کیا سمجھ پائے گا حاسد مسلک احمد رضا　　دل ہے کالا کان بہرا آنکھ بھی اچھی نہیں

محمد زاہد علی رضوی

مذہب و مسلک کا حقیقی عرفان

مفتی محمد شمشاد حسین رضوی

ناشر

کلک رضا فاؤنڈیشن

اندھیری (ویسٹ) ممبئی ۵۸

09768078692

شمع دین مصطفیٰ ہے مسلکِ احمد رضا

مہرِ عرفاں کی ضیا ہے مسلک احمد رضا
مرکز اہلِ وفا ہے مسلکِ احمد رضا

یہ علامت، سچے سنّی خوش عقیدہ کیلئے
اہلسنّت کو ملا ہے مسلک احمد رضا

اتباعِ سیّدِ کونین کا ہے آئینہ
دین حق کا رہنما ہے مسلک احمد رضا

کانپتی ہے نجدیت جس نام سے آٹھوں پہر
سیف حق وہ برملا ہے مسلک احمد رضا

سیرت خیرالوریٰ کا ہے یہ سچا ترجمان
اور طریق اولیا ہے مسلک احمد رضا

ہے سوادِ اعظم دین حبیب کبریا
شمعِ دین مصطفیٰ ہے مسلک احمد رضا

حاسدین اعلیٰ حضرت مٹ گئے مٹ جائیں گے
زندہ ہے زندہ رہا ہے مسلک احمد رضا

قطرۂ خون حسین ابن علی کی یہ صدا
مدح خوان کربلا ہے مسلک احمد رضا

جانشینِ مفتیِ اعظم مرے اختر رضا
جن کا روشن مدعا ہے مسلکِ احمد رضا

حضرت سید سراج اظہر کا یہ پیغام ہے
راہ حق راہ ہدیٰ ہے مسلک احمد رضا

تم کو بازاری عقیدہ ہو مبارک حاسدو!
ہاشمی کو مل گیا ہے مسلکِ احمد رضا

حضرت مولانا سید ہاشمی رضوی

مذہب ومسلک کا حقیقی عرفان

مفتی محمد شمشاد حسین رضوی
پرنسپل مدرسہ شمس العلوم گھنٹہ گھر، بدایوں

ناشر

کلک رضا فاؤنڈیشن
اندھیری (ویسٹ) ممبئی ۵۸

انتساب

اس کتاب کو مولانا یٰسین اختر مصباحی

کے نام

معنون کرتے ہیں، جو کبھی 'پیغام عمل'

اور کبھی 'عرفان مذہب ومسلک' کے ذریعہ

اتحاد سنیت کے تاج محل پر بمباری کر رہے ہیں۔

شیشے کے گھر میں بیٹھ کر پتھر ہیں پھینکتے

دیوارِ آہنی پر حماقت تو دیکھئے

رب کائنات سنیت کو ان کے دینی، ملی اور مسلکی

فساد نظر سے محفوظ فرمائے۔ آمین ثم آمین

فقط

اراکین کلک رضا فاؤنڈیشن، ممبئی

نعت مصطفی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

کلام الامام امام الکلام سیدنا اعلیٰ حضرت عظیم البرکت مجدد اعظم دین وملت شیخ الاسلام والمسلمین الشاہ امام احمد رضا فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ

دشمنِ احمد پہ شدت کیجئے ملحدوں کی کیا مروت کیجئے
ذکر ان کا چھیڑے ہر بات میں چھیڑنا شیطاں کا عادت کیجئے
مثل فارس زلزلے ہوں نجد میں ذکرِ آیات ولادت کیجئے
غیظ میں جل جائیں بے دینوں کے دل یا رسول اللہ کی کثرت کیجئے
کیجئے چرچا انہیں کا صبح شام جانِ کافر پر قیامت کیجئے
ملحدوں کا شک نکل جائے حضور جانب مہ پھر اشارت کیجئے
شرک ٹھہرے جس میں تعظیمِ حبیب اس برے مذہب پہ لعنت کیجئے
ظالمو! محبوب کا حق تھا یہی عشق کے بدلے عداوت کیجئے
یارسول اللہ دہائی آپ کی گوشمال اہل بدعت کیجئے
والضحیٰ حجرات الم نشرح سے پھر مومنو! اتمامِ حجت کیجئے
بیٹھتے اٹھتے حضورِ پاک سے التجا و استعانت کیجئے
غوثِ اعظم آپ سے فریاد ہے زندہ پھر یہ پاک ملت کیجئے
میرے آقا حضرت اچھے میاں ہو رضؔا اچھا وہ صورت کیجئے

جو نہ بھولا ہم غریبوں کو رضؔا
یاد اس کی اپنی عادت کیجئے

حضرت مولانا سید محمد ہاشمی رضوی

’عرفانِ مذہب ومسلک‘ نامی کتابچہ

غیر شعوری عمل کا نتیجہ ہے

مولانا یٰسین اختر مصباحی کا شمار اہلِ زبان وقلم میں ہوتا ہے۔ ان کا قلم رواں دواں چلتا ہے۔ تاریخی تسلسل کے سایے میں چلتا ہے اور ناہموار راہوں سے بچتے ہوئے اپنی منزل کی جانب تیز گامی سے کام لیتا ہے۔ ان کی تصانیف ایک دو نہیں بلکہ ایک درجن سے زائد ہیں، جو ایک مخصوص حلقے میں پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھی جاتی ہیں۔ ابھی حال ہی میں ان کا ایک کتابچہ بنام ’عرفانِ مذہب ومسلک‘ منظر عام پر آیا ہے۔ یہ کتابچہ ۴۸ صفحات پر مشتمل ہے۔ جو بغیر کسی تمہید اور کسی بیانِ ضرورت کے شروع کر دیا گیا ہے۔ شاید اس کی وجہ یہ ہو کہ ان کے سامنے کوئی بڑا طوفان کھڑا ہو جس کو ٹالنے کی کوشش میں وہ عجلت پسندی کے شکار ہو گئے۔ اس لیے انہوں نے نہ تمہید کی ضرورت محسوس کی اور نہ ہی ’’بیانِ ضرورت‘‘ کی ..... اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ’’عرفانِ مذہب ومسلک‘‘ کی بات کی جارہی ہے یہ ایک ایسا عمل ہے، جس کے لیے برسوں عرق ریزی کی جاتی ہے، خون پسینہ ایک کیا جاتا ہے، اس کے بعد ہی اس کا شعور آتا ہے۔ چلتے پھرتے اس کا شعور آجانا ہماری سمجھ سے بالاتر ہے یا پھر یہ کہا جاسکتا ہے کہ ان کی یہ کوشش غیر شعوری ہے۔ یہ صورت اسی وقت پیدا ہوتی ہے جب ذہن کسی دباؤ کا شکار ہو جاتا ہے۔ جب یہ کتابچہ منظر عام پر آیا تو ہمیں حیرت ہوئی کہ موصوف کے قلم فیض رقم سے ’’عرفانِ و مذہب و مسلک‘‘ میں اس قدر شدید ابہام اور ناکام

ترسیل؟ حیرت ہے! جو کسی کی سمجھ میں کچھ نہیں آرہا ہے۔ یہ مسلک بھی کوئی چیستاں ہے جو سمجھ سے بالاتر ہے؟ اس کتابچہ میں اس بات کی کوشش کی گئی ہے کہ اب **ہندوستان میں کوئی شخص ''مسلکِ اعلیٰ حضرت'' نہ لکھے نہ بولے اور نہ کوئی خطیب اپنی تقریر میں اس کا استعمال کرے اور نہ کوئی ''مسلک اعلیٰ حضرت'' کا نعرہ لگائے، یہ کوشش فکری دیوالیہ پن کا اشاریہ ہے۔** اس کے ذریعے جماعت کی رگوں میں جو جراثیم ڈالنے کی کوشش کی ہے، اسے ان کے جذبہ جنوں سے تعبیر کیا جانا چاہیے۔ اسی لیے اس کوشش کے منظرِ عام پر آتے ہی مخالفت کا بازار گرم ہو گیا۔ سنجیدہ اور مسلک نواز حلقوں میں اضطراب کے گہرے سایے رینگنے لگے۔ لوگوں نے اس کے خلاف تأثرات پیش کیے۔ کاش اس میں سچائی ہوتی تو مخالفت کا یہ بازار قطعی گرم نہ ہوتا اور نہ ہی دلوں میں کرب واضطراب کے شعلے اٹھتے ہوئے دکھائی دیتے۔ ہاں ہاں! **مسلکِ اعلیٰ حضرت کی اصطلاح میں ہمارے بزرگوں کا خونِ جگر شامل ہے۔ اسلاف واکابر کے پاکیزہ جذبات وخیالات کی خوشبو اس اصطلاح کے حرف حرف سے پھوٹتی ہوئی محسوس ہوتی ہے۔** اسی لیے اُس دور کے علماء نے اِس کی مخالفت نہ کی اور نہ اِس دور کے علماء اس کے خلاف چلنے میں اپنی بھلائی تصور کرتے ہیں اور یہ بات حقیقت ہے کہ ''مسلک اعلیٰ حضرت'' کی مخالفت آج بھی نہ ہوتی اور نہ کوئی اس کی جرأت کرسکتا تھا۔ مگر اس کی مخالفت کے پسِ پردہ بات ہی کچھ اور ہے؟ **کہا جاتا ہے انسان تو بہرحال انسان ہے، آخر اس کی بھی نفسیات ہے** ...... جو کسی نہ کسی دباؤ میں آجاتے ہیں اور پھر مخالفت کے سنگریزے فضاؤں میں رقص کرنے لگتے ہیں۔ کیسے کیسے افراد اس دباؤ کے شکار ہوجاتے ہیں؟ عرفان مذہب ومسلک کے مطالعہ سے اس کا اندازہ ہوجاتا ہے۔ **ایک طرف مسلکِ اعلیٰ حضرت کی حقیقت کے جلوے ہیں، اس کی آفاقیت ہے اور دوسری جانب فکری آوارگی، گروہی عصبیت اور نفسیاتی دباؤ کے اندھیرے ہیں۔** اب ہمارے قارئین کو یہ فیصلہ لینا ہے کہ

انہیں حقانیت وصداقت کا نور چاہیے یا فکری آوارگی کی ظلمتیں؟ یہ فیصلہ جلد بازی میں نہ کیا جائے کہ جلد بازی کے فیصلے کسی نتیجے پر نہیں پہنچتے ہیں اور خار وخش کی مانند اُڑ جاتے ہیں اور اس کے اُڑ جانے کا احساس بھی نہیں ہوتا ہے۔ اس لیے ہماری اپیل ہے، فیصلہ لیجئے، مگر سوچ سمجھ کر فیصلہ لیتے وقت یہ ضرور دیکھنے کی کوشش کیجیے کہ ہمیں جو مشورے دے رہا ہے وہ کون ہے، اس کا علمی قد کتنا بلند ہے اور سماج میں اس کی حیثیت کیا ہے؟ وہ جو راہ دکھا رہا ہے وہ راہ اسلاف واکابر کی راہوں سے میل کھاتی ہے یا نہیں؟ **چونکہ ہمیں اس راستے کی ضرورت ہے، جس راستے پر اسلاف واکابر کے چمکتے نقوش کی کہکشاں بکھری ہو۔** ہمیں اس راستے کی قطعی ضرورت نہیں ہے جو تاریکیوں کے سمندر میں ہمیں غرق کردے اور دارین کی سرفرازیوں سے بھی ہاتھ دھونا پڑے۔

قارئین! مولانا یٰسین اختر مصباحی خود کو دانشور مفکر مدبر اور چوٹی کا قلم کار سمجھتے ہیں، لیکن ''عرفانِ مذہب ومسلک'' کے مطالعہ سے ان کی مدبرانہ ومفکرانہ اور دانشورانہ حیثیت کا کہیں بھی احساس نہ ہوا۔ مولانا موصوف کی کتاب کا بیشتر حصہ سنی سنائی باتوں پر مشتمل ہے اور کتاب کی کچھ عبارتیں ایسی ہیں جو دوسری کتابوں سے من وعن لی گئی ہیں، **لیکن موصوف نے حوالہ دینے سے گریز کیوں کیا یہ تو ان کی دیانت بتائے گی۔** یہ ایک طرح کی علمی خیانت بھی ہے اور تحریری دنیا میں غیر دانشمندانہ اقدام بھی۔ موصوف نے ایک جگہ والد ماجد خلیفۂ حضور مفتی اعظم حضور سراج ملت حضرت علامہ الشاہ سید سراج اظہر رضوی نوری مدظلہ النورانی کی تحریر اپنی کتاب میں نقل کی ہے اور دعوت اسلامی کے حوالے سے والد ماجد کی ذات پر انتہائی جارحانہ اور بزدلانہ حملہ کیا ہے، جس سے مولانا موصوف کی ذات خود شریعت کی زد میں آگئی ہے۔ اگر وہ ممبئی آتے ہیں، تو اس سلسلے میں باضابطہ گفتگو کی جائے گی۔ **یہ بات میں بتادوں کہ والد ماجد صاحب جو بات کہتے ہیں وہ یقیناً شریعت کی روشنی میں کہتے لکھتے ہیں، کسی دنیاوی مفاد کے خاطر**

نہیں۔ ان کے دل میں مسلک اعلیٰ حضرت کی جو تصویر ہے وہ نہایت ہی پاکیزہ اور صاف ستھری ہے۔ یہ اور بات ہے کہ آپ جیسے بڑے دانشور کو بھلی بات بھی بری معلوم ہوتی ہے اور جب ذہن و دماغ بخار زدہ ہوتا ہے تو سچائیاں نگاہوں سے اوجھل ہو جاتی ہیں صداقت کا نور نظروں سے چھن جاتا ہے بلکہ بصارت کے ساتھ بصیرت بھی ہمیشہ کے لئے رخصت ہو جاتی ہے۔ والد ماجد کے حوالے سے مولانا موصوف نے اپنی کتاب میں جو عبارت نقل کی ہے، وہ ذیل میں ملاحظہ کیجیے: ”یہی حال لگ بھگ دعوتِ اسلامی کا بھی ہے کہ یہ صلح کلی تحریک جس کی باگ ڈور مولوی الیاس صاحب کے ہاتھ میں ہے۔“

(تحفظ مسلک اعلیٰ حضرت ص:۱۔ سطر ۱/۲)

جب مسلک اعلیٰ حضرت کا نعرہ لگتا ہے، تو مولانا یٰسین اختر مصباحی کے دل پر سانپ لوٹنے لگتا ہے، آخر مسلک اعلیٰ حضرت سے ان کو اس قدر بیر کیوں ہے؟ اور مسلک اعلیٰ حضرت کو فرضی مسلک قرار دیا ہے۔ جب کہ حضور تاج الشریعہ مسلک اعلیٰ حضرت کے بارے میں فرماتے ہیں کہ ”پوری دنیا میں اگر ایک شخص مسلک اعلیٰ حضرت کا ماننے والا ہے تو وہی جماعت ہے اور وہی سوادِ اعظم ہے۔“

محافظ مسلک اعلیٰ حضرت سید العلما کا شعر مسلک اعلیٰ حضرت کے تعلق سے ملاحظہ ہو۔

حفظِ ناموسِ رسالت کا جو ذمہ دار ہے
یاالٰہی مسلکِ احمد رضا خاں زندہ باد

لگے ہاتھوں حضور احسن العلماء کا فرمان بھی سن لیں۔ فرماتے ہیں: ”میرا جو مرید مسلکِ اعلیٰ حضرت سے ہٹ جائے میں اس کی بیعت سے بیزار ہوں۔“ اس طرح کے درجنوں نہیں سیکڑوں مشائخ کے ارشادات مسلکِ اعلیٰ حضرت کے تعلق سے ملتے ہیں۔ مسلک اعلیٰ حضرت کو فرضی مسلک قرار دیتے وقت کم از کم آپ کو ان مشائخ کے ارشادات و اقوال پر ایک نظر ڈال لینا چاہیے۔ اس سلسلے میں خود حضور حافظ ملت کو یاد

کر لیتے تو آپ کو صراطِ مستقیم مل جاتا، اگر یہ فرضی یا مزعومہ مسلک ہوتا تو حضور حافظ ملت جامعہ اشرفیہ کے دستور اساسی میں اسے قطعی شامل نہ فرماتے، **مجھے حیرت ہے کہ مسلک اعلیٰ حضرت کو فرضی مسلک قرار دیتے وقت آپ کی غیرت ایمانی نے احتجاج کیوں نہیں کیا؟** مجھے یقین ہے کہ آپ کی اس مجرمانہ حرکت کو حضور حافظ ملت کبھی معاف نہ فرمائیں گے۔ آپ مسلک اعلیٰ حضرت اور مرکز اہلسنت بریلی شریف کے خلاف اگر اسی طرح تحریک چلاتے رہے تو ضرور اس کی سزا مع ذریت آپ کو دنیا میں بھی ملے گی اور آخرت میں بھی، انشاء اللہ تعالیٰ۔ آپ نے ''**عرفان مذہب ومسلک**'' میں **جس خبیث فکر کو اُجاگر اور عام کرنے کی ناپاک کوشش کی ہے، اس پہ بہت جلد ہمارا تفصیلی مقالہ آرہا ہے، آپ انتظار کیجیے۔** آپ نے ''عرفان مذہب ومسلک'' میں **مسلک اعلیٰ حضرت کے وفاداروں کو دھمکی بھی دی ہے،** لیکن میں آپ کو باور کرادوں کے **مسلک رضا پر کام کرنے والوں کو آپ قطعی تنہا نہ سمجھیں، ان کے ساتھ کوئی ہو یا نہ ہو رضا و مفتی اعظم کا فیضان ہر لمحہ شریک حال ہے۔** میں نہیں سمجھتا کہ یہ دھمکی آپ نے پورے ہوش وحواس میں دی ہے۔ **آپ ممبئی تشریف لائیں گے تو نوجوانوں کی ایک ٹیم اس سلسلے میں آپ سے سوالات کرے گی۔ جس میں سب سے اہم سوال یہ ہوگا کہ مسلک اعلیٰ حضرت جو حقیقت میں مسلک اہلسنّت وجماعت ہے، اسے فرضی ثابت کیجیے؟ ورنہ شرعی نتیجہ بھگتنے کے لیے تیار رہیں۔**

زیر نظر کتابچہ ''مذہب ومسلک کا حقیقی عرفان'' آپ کے مبہم سوالوں کا اجمالی جواب ہے۔ ان شاء اللہ اس کا تفصیلی جواب چھ سو سے زائد صفحات پر مشتمل بہت جلد قارئین کے ہاتھوں میں ہوگا۔ حضرت علامہ مفتی محمد شمشاد حسین رضوی علمی دنیا کا ایک معتبر نام ہے، اہل علم اور مسلک نوازوں کا حلقہ انہیں انتہائی احترام کی نگاہ سے دیکھتا ہے، ابھی حال ہی میں مسلک اعلیٰ حضرت کے حوالے سے ان کی ایک علمی، تحقیقی اور معلوماتی کتاب ''مسلک اعلیٰ حضرت منظر اور پس منظر'' منظر عام پر آئی ہے، جو عوام وخواص میں بے حد مقبول ہوئی

چھ ماہ کے اندر پہلا ایڈیشن ختم ہو گیا، دوسرے ایڈیشن کی تیاری جاری ہے، کتاب کی تقدیم صحافی عصر حضرت مولانا رحمت اللہ صدیقی نے لکھی ہے جو پڑھنے سے تعلق رکھتی ہے۔

حضرت مفتی محمد شمشاد حسین رضوی اپنے علمی کارناموں کی بنیاد پر اعلیٰ سے اعلیٰ ایوارڈ کے مستحق ہیں اور انشاء اللہ یہ کام جلد ہوگا۔

مذہب ومسلک کا حقیقی عرفان قارئین کے ہاتھوں کی زینت ہے اس کے مطالعہ کے بعد اپنی رائے ضرور ضرور ارسال کریں۔ آپ کی مثبت و منفی دونوں قسم کی رائے قبول کی جائے گی اور ضرورت پڑی تو دوسرے ایڈیشن میں شامل اشاعت ہوگی۔

اخیر میں یہ عرض کردوں کہ ایک سکہ کے دو رُخ ہوتے ہیں، اس کا صحیح عرفان حاصل کرنا ہو تو مولانا یٰسین اختر مصباحی کی کتاب زندگی کا ورق اُلٹیے، ایک طرف ان کے قلم کی لطافت وطہارت کا یہ عالم کہ سیدی سرکار اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری رضی المولیٰ تعالیٰ کی عظمتوں کے اعتراف میں کئی معتبر کتابیں لکھ کر دنیائے سنیت سے وقار کا تمغہ حاصل کیا اور دوسری طرف اعلیٰ حضرت اور مسلک اعلیٰ حضرت سے صرف کد ہی نہیں بلکہ جو ٹیم اس کی مخالفت میں اپنے قلم کی ساری توانائی ضائع کر رہی ہے۔ اس کی قیادت و سربراہی کو مولانا موصوف اپنے لیے نجات اُخروی تصور کرتے ہیں۔

رب کائنات ہمیں اعلیٰ سے اعلیٰ تر فکر و آگہی کی دولت سے مالا مال کرے اور آج کل کے فرضی قلم کاروں کے شر سے محفوظ و مامون رکھے۔ آمین......یا رب العٰلمین بجاہ سید المرسلین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم۔

فقیر سید محمد ہاشمی رضوی

ناظم اعلیٰ دارالعلوم فیضان مفتی اعظم، پھول گلی، ممبئی ۳

مورخہ ۲۲ رمضان المبارک ۱۴۳۴ھ م ۱ اگست ۲۰۱۳ء

O

مولانا یٰسین اختر مصباحی صاحب نے اپنے کتابچہ عرفان مذہب ومسلک کی ابتدا اس شعر سے کی ہے۔

فیضانِ محبت عام تو ہے عرفان محبت عام نہیں
اللہ اگر توفیق نہ دے انسان کے بس کا کام نہیں

اس بات میں کوئی شک نہیں کہ محبت کا فیضان آسمانی بارش کی مانند عام ہے مگر اس سے کسے عرفان حاصل ہوتا ہے؟ اور کسے حاصل نہیں ہوتا ہے یہ اللہ کی توفیق پر ہے جسے وہ توفیق عطا کرے اسی کو عرفان حاصل ہوتا ہے۔ اس دنیا میں کروڑوں کی تعداد میں ایسے افراد ہیں جو رحمت ومحبت اور لطف وکرم کے سائے میں اپنی زندگی بسر کر رہے ہیں مگر انہیں اس کا عرفان نہیں۔ کاش ایسا ہوتا تو اس وقت اس جہاں کا نقشہ ہی کچھ اور ہوتا...... ویسے اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہر ایک انسان کو اس کے انسان ہونے کی حیثیت سے فکر دی ہے..... شعور دیا ہے..... علم بھی دیا ہے...... اور عرفان سے نوازا بھی ہے یہ اس کی عطا ہے جسے انسان اپنی حیات کی کسی ساعت میں فراموش نہیں کر سکتا...... اس کے باوجود ایک اور وصف خاص ہے جسے ہم صحیح ادراک اور صحیح عرفان سے تعبیر کر سکتے ہیں یہ سب کو نصیب نہیں ہوتا۔ کچھ ہی ایسے افراد ہیں جنہیں یہ نصیب ہوا ہے اس سے سرفراز ہونے والے انسان بڑے ہی صالح اور سعید ہوا کرتے ہیں یہی افراد باتوفیق ہوا کرتے ہیں عرفان اگر اللہ تعالیٰ کی عطا ہے۔ تو صحیح عرفان اس کا فضل ہے۔ اور اس کا خاص لطف وکرم ہے اللہ پاک ارشاد فرماتا ہے:

ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء واللہ ذو الفضل العظیم ی ہ

اللہ کا فضل ہے جسے چاہے اسے دے اور اللہ بڑے فضل والا ہے...... دورِ حاضر میں جو ''مسلکِ اعلیٰ حضرت'' کے ماننے والے ہیں اور جو اس کے سایہ میں اپنے لمحات حیات گزار رہے ہیں اس خوش بختی اور اقبال مندی سے بہرہ ور ہیں کہ وہ اس منتخب طبقۂ انسانی اور افرادِ اُمت محمدی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں شامل ہیں جو سنت اور وراثتِ نبوی کے حامل اور امین ہو کر صراطِ مستقیم پہ گامزن ہیں۔ اللہ اور اس کے رسول کی رضا اور نعمت لازوال سے شادکام ہیں اور شاداں وفرحاں ہیں۔ یہاں بھی خوش ہیں اور آخرت میں بھی خوش رہیں گے ..... ممکن ہے کسی کے ذہن میں یہ سوال ابھر رہا ہو کہ آپ نے ''مسلک اہلِ سنت'' کیوں نہیں کہا؟ اس کی جگہ مسلک اعلیٰ حضرت کا استعمال کیوں کیا؟ اس سوال واعتراض کا ہم احترام کرتے ہیں اس کی قدر کرتے ہیں مگر یہ بات بھی آپ جان لیجیے کہ ہم نے ''مسلک اہلِ سنت'' کی جگہ ''مسلکِ اعلیٰ حضرت'' کا استعمال کر کے قطعی برا نہیں کیا، مگر یہ اور بات ہے کہ آپ اسے برا سمجھتے ہیں۔ ایسے ہی لوگوں سے سوال ہے ''مسلکِ اعلیٰ حضرت'' کے استعمال کی وجہ یہ ہے کہ ''مسلک اہلِ سنت'' معبر عنہ ہے اور ''مسلکِ اعلیٰ حضرت'' اس کی تعبیر ہے اور قاعدہ ہے جب تعبیر موجود ہو تو معبر عنہ کی ضرورت نہیں پڑتی اور اگر معبر عنہ کا استعمال ہی واجب وضروری ہوتا تو پھر بلا ضرورت اس کی تعبیر کس وجہ سے کی گئی؟ صرف اس لیے کہ اس تعبیر کو طغریٰ بنا کر اپنے گھروں کے طاقوں میں سجا لیا جائے اور بس! اس کے سوا اس کا اور کوئی کام نہیں ہے ......اور اس بات کا بھی خیال رکھا جائے کہ یہ اعتراض کہاں کہاں پہنچے گا؟ اور کس کس کے جیب وگریباں چاک کرے گا شاید آپ کو خبر نہ ہو اس لیے یہاں صرف عرفاں کی ضرورت نہیں بلکہ صحیح عرفاں کی ضرورت ہے ہم یہ نہیں کہتے کہ صحیح عرفاں کی عظیم دولت آپ کے پاس نہیں ہے...... ہے اور بہت زیادہ ہے مگر اس مسئلہ میں اس کا استعمال نہیں

کیا جارہا ہے؟ آخر کیوں؟ یہ بھی فضلِ ربانی ہے اسے بھی استعمال میں لایا جائے کہ اس کا فضل اسی پر ہوتا ہے جو اسے صرف میں لاتا ہے جس طرح رزق وہی ہوتا ہے جسے کھایا جائے اور جسے نہ کھایا جائے اسے ہم رزق ہی نہیں کہیں گے اگرچہ دانشوروں نے اسے رزق سے تعبیر کیا ہے اس لیے ہمارا مشورہ ہے اگر خدائے پاک نے اپنے فضل وکرم سے نوازا ہے تو اسے استعمال میں لایا جائے کہ اس عطیہ ربانی پر شکر ادا کرنے کی ایک صورت یہ بھی ہے۔

صحیح عرفان کیا ہے؟

کسی بھی شئے کے تعلق سے اس کی نفس الامری حیثیت کو جاننا ''صحیح عرفان'' ہوتا ہے ظن ووہم کی صورت میں کسی کو جاننا یا شک وشبہ کے سایہ میں اسے سمجھنا کچھ اور تو ہوسکتا ہے مگر صحیح عرفان نہیں ہوسکتا ہے اسی صحت عرفاں کے لیے خانقاہوں میں مجاہدہ کرایا جاتا ہے اور مدارس میں ۷/۸ سالوں تک محنت وجانفشانی سے تعلیم دی جاتی ہے تب کہیں جا کر بہتر فکر وشعور اور صحیح عرفاں حاصل ہوتا ہے تاریخی تسلسل کے مطالعہ سے سطحیت کا علم ضرور ہوتا ہے مگر اس سے صحیح عرفاں حاصل ہوا ایسا نہیں۔

صحیح عرفاں کس طرح حاصل ہو؟

صحیح عرفاں کے حصول کے مختلف ذرائع ہیں مثلاً

الف......کسی بھی شئے کا صحیح عرفاں اس کی نفس الامری حیثیت سے حاصل ہوتا ہے۔

ب......کسی بھی شئے کا اس کی علامتوں کے تناظر میں مطالعہ کیا جائے تب کہیں اس کا عرفاں صحیح ہوتا ہے۔

ج......کسی بھی شئے کا مطالعہ اس کی مالہ اور ماعلیہ کی حیثیات کے آئینہ میں کیا جائے۔

د......جب کوئی شئے مبہم ہوتی ہے تو اس کا مطالعہ اس کے مضاف الیہ کے سہارے کیا جائے جیسے مذہب اور مسلک کہ ان دونوں کا مطالعہ ان کے مضاف الیہ کے بغیر نہیں کیا

جا سکتا ہے........کسی بھی حقیقت کے مطالعہ میں اس کی مختلف تعبیروں کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا ہے اس لیے ان تعبیروں کو پیش نظر رکھنا ضروری ہوتا ہے

ش......مختلف تعبیروں کی ضرورت کس لیے پیش آئی؟ مسلک اور مذہب کے مطالعہ میں اس کو کافی اہمیت حاصل ہے۔

ص.......وہی مطالعہ صحیح عرفاں کا سبب بنتا ہے جب مطالعہ کرنے والا غیر جانب دار ہو اور خود میں فیصلہ لینے کی صلاحیت رکھتا ہو کہ غیر جانبدار نہ ہونے کی صورت میں وہ نفسیاتی طور پر کسی نہ کسی دباؤ اور الجھن کا شکار بھی ہوسکتا ہے جبر و اکراہ بھی انسانوں سے بہت کچھ کرا لیتے ہیں لہٰذا جہاں تک ممکن ہو اس سے احتراز کیا جائے کہ اسی میں ایمان کی سلامتی ہے اور عشق کا تحفظ بھی ہے۔

یہ چند ذرائع بیان کر دیئے گئے ہیں مگر یہ کل ذرائع نہیں ہیں بلکہ اس کے علاوہ اور بھی ذرائع نکل سکتے ہیں جو تلاش و جستجو پر مبنی ہیں ......اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ مسلک و مذہب کا صحیح عرفاں کیسے حاصل ہو؟ اوپر جن باتوں کی نشاندہی کردی گئی ہے اس کے تناظر میں مسلک کا مطالعہ کیا جائے تبھی اس کا صحیح عرفان ہوسکتا ہے۔ **لیکن دورِ حاضر میں مسلک کا مطالعہ کبھی دائیں سے کیا جارہا ہے اور کبھی بائیں سے۔ کبھی اسے سمت راس سے دیکھا جاتا ہے اور کبھی چشم واحد سے اس طرح سے کہیں "صحیح عرفاں حاصل ہوتا ہے؟ نہیں ہر گز نہیں !...... ہاں اس سے خیال خام تو حاصل ہوسکتا ہے جیسا کہ مولانا یٰسین اختر مصباحی صاحب کے کتابچہ عرفان مذہب ومسلک کے مطالعہ سے اندازہ ہوتا ہے۔**

صحیح عرفاں کی راہ میں ایک منزل ایسی بھی نمایاں ہوتی ہے کہ ہر کوئی تنقید و اعتراض سے کام لیتا ہے جب کوئی اصطلاح وجود میں آتی ہے تو سطحی ذہن رکھنے والے بہت ہی آسانی سے کہہ دیتے ہیں کہ یہ بہت بعد میں وجود میں آئی ہے اس لیے یہ نئی ہے

اور ماضی میں اس کا کوئی وجود نہیں یہ کوئی نیا اعتراض نہیں ہے اس قسم کے اعتراضات ہر دور میں ہوئے ہیں اور آئندہ بھی ہوتے رہیں گے اس سے گھبرانا نہیں چاہیئے بلکہ نہایت سنجیدگی سے اس کا جواب دینا چاہیے دیکھیے جب ''تصوف'' کی اصطلاح پہلے پہل وجود میں آئی تو اس کے مخالفین نے ''تصوف'' کے بارے میں یہ اعتراض کیا ''تصوف'' بھی نیا ہے اور عجمی ہے ایسے ہی لوگوں سے مجھے کہنا ہے اصطلاح اگر چہ حال کی پیداوار ہوتی ہے مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ وہ نئی ہے اور ماضی میں اس کا کوئی وجود نہیں ہے ہاں ماضی میں اس کا وجود ہوتا ہے یہ اور بات ہے کہ ماضی میں اس کا وہ نام نہیں ہوتا ہے اسی ''مسلک اعلیٰ حضرت'' کو لیجئے اگر چہ اس کا وجود سو ۱۰۰ سال کے اندر اندر ہوا ہے اس کے باوجود یہ نیا مسلک نہیں ہے اس لیے کہ اس کا رشتہ ماضی سے جڑا ہوا ہے یہ اور بات ہے کہ اس کا نام وہ نہیں تھا جو اس وقت ہے۔

مسلک اعلیٰ حضرت کا پہلا تصور

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری برکاتی قدس سرہ کے پیر و مرشد حضرت سیدی حضرت آلِ رسول احمدی علیہ الرحمۃ ارشاد فرماتے ہیں:

> **''مجھے بڑی فکر تھی کہ بروز حشر اگر احکم الحاکمین نے سوال فرمایا.... کہ اے آل رسول! تو دنیا سے میرے لیے کیا لایا ہے؟ تو میں کیا پیش کروں گا؟ مگر خدا کا شکر ہے اب وہ فکر دور ہو گئی اب خدا اگر پوچھے گا تو میں ''مولانا احمد رضا'' کو پیش کر دوں گا۔''**

(مسلک اعلیٰ حضرت...... منظر پسِ منظر ص ۳۵۳)

حضور سیدی آل رسول احمدی علیہ الرحمہ کا یہ قول کس قدر مبارک ہے؟ کتنا حسین اور کتنا شگفتہ ہے؟ یہ ہر ایک کے ذوق عرفاں پر موقوف ہے کہ کون کتنا سمجھتا ہے؟ اور کیا سمجھتا ہے یہاں سمجھنے والوں کی کمی نہیں ہے ایک بات ہوتی ہے اور ہزاروں منہ

ہوتے ہیں کوئی کچھ کہتا ہے اور کسی کا نظریہ کچھ اور ہی ہوتا ہے مگر اس قول کا صحیح عرفاں یہ ہے کہ اللہ تعالی بندوں کے نیک عمل کو پسند فرماتا ہے علمی دینی اور فقہی بصیرت کو پسند فرماتا ہے تعلیمی اصول اور نظریات کو قبول فرماتا ہے اس بارگاہ میں تنومند جسم نہیں دیکھا جاتا ہے اور نہ ہی خوبصورت کپڑے دیکھے جاتے ہیں بلکہ وہ تقوی دیکھتا ہے دلوں کی کیفیات دیکھتا ہے اس لیے ''احمد رضا'' کو پیش کر دینے کا مطلب ان کی مذہبی تعلیمات، ارشادات اور ہدایات ہیں ان تمام چیزوں پر اگر چہ اس وقت ''مسلکِ اعلیٰ حضرت'' کا اطلاق نہیں ہوتا تھا مگر اس کا خاکہ تو پہلے تھا اس کا تصور اس کے اطلاق سے پہلے ہی موجود تھا اللہ تعالی کی بارگاہ میں امام احمد رضا کی شخصیت یا ان کی ذات پیش نہیں کی جائے گی بلکہ وہ تمام چیزیں اور اشیاء پیش کی جائیں گی جن پر آج ''مسلکِ اعلیٰ حضرت'' کا اطلاق کیا جارہا ہے حضور سیدی آل رسول امام احمد رضا کی علمی بصیرت و قیادت سے خوش تھے۔ اسی لیے انہوں نے اپنے مرید خاص امام احمد رضا کو خدا کی بارگاہ میں پیش کر دیا اس کے علاوہ پیش کرنے کا اور کیا مقصد ہو سکتا ہے اگر کسی کی نگاہ میں ہے تو اہلِ علم اس کی وضاحت کریں۔ اس لیے جاسکتا ہے کہ'' مسلک اعلی حضرت'' کا سب سے پہلا تصور خود ان کے شیخ طریقت نے پیش کیا حضور سیدی الشاہ آل رسول احمدی علیہ الرحمہ کے مذکور بالا قول کا یہ صحیح عرفاں ہے جب انہوں نے خدا کی بارگاہ میں پیش کر ہی دیا تو پھر اس کی قبولیت میں کیا کسی کو شک ہو سکتا ہے۔

مسلک اعلی حضرت کا دوسرا تصور:

مسلک اعلی حضرت کا ایک دوسرا تصور ہے جو پہلے تصور سے کچھ زیادہ نمایاں ہے نہ صرف نمایاں ہے بلکہ یہ زندہ، فعال اور متحرک ہے..... یہ بات کسی سے ڈھکی چھپی نہیں ہے کہ حضرت شاہ ابوالحسین احمد نوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کے لیے ارشاد فرمایا ''چشم و چراغ خاندان برکات اس سے نہ صرف اس خاندان

سے قربت سمجھ میں آتی ہے بلکہ اس سے ایک اور حسین تصور بھی ابھر کر سامنے آتا ہے جو آنکھوں میں سما جاتا ہے اور دلوں پہ چھا جاتا ہے.....اہل علم اس بات سے خوب اچھی طرح واقف ہیں کہ لفظ بول کر کبھی اس سے معنی حقیقی مراد لیا جاتا ہے اور ادب کی دنیا میں کچھ ایسے مقامات بھی آتے ہیں جہاں اس لفظ کے حقیقی معانی ترک کر دیئے جاتے ہیں اور اس سے اس کا ''مجاز متعارف'' مراد لیا جاتا ہے یہ اس قدر وسیع اور کشادہ دکھائی دیتا ہے کہ حقیقی معنیٰ ''مجاز متعارف'' کا ایک جز بن جاتا ہے......لہٰذا چشم و چراغ سے اس کا مجاز متعاف مراد لیا جائے یہاں اس بات سے وہ معنی مراد لیا جائے جس کا دامن وسیع ہو........یعنی مسلک اعلی حضرت اگر چہ اس وقت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کے اصول ونظریات پر مسلک اعلیٰ حضرت کا اطلاق نہیں ہوتا تھا مگر اس دور میں وہ تمام چیزیں عملی طور پر پائی جاتی تھیں جن پر بعد میں ''مسلک اعلی حضرت'' کا اطلاق کیا گیا......اسی ''مسلک اعلی حضرت'' کو بطور استعارہ ''چشم و چراغ خاندان برکات'' کہا گیا اس استعاراتی انداز نے ہمیں اس بات کا صحیح عرفاں دیا کہ ''مسلکِ اعلیٰ حضرت'' کوئی سطحی اور سرسری مسلک نہیں ہے بلکہ ''چشم و چراغ'' کی مانند اس میں روشنی بھی ہے اور روشن کرنے کی صلاحیت بھی ہے جس نے اسے اپنی آنکھوں سے لگایا اور اسے اپنے دل میں جگہ دی وہ آفتاب و ماہتاب بن کر چمکا اور جس نے اس سے اپنی آنکھیں چرالیں وہ چوتھے آسماں سے گر کر زمیں دوز ہو گیا نہ یہاں ان کا کوئی ٹھکانہ اور نہ ہی وہاں ان کا کوئی ٹھکانہ.......کیا یہ تصور غلط ہے؟ فرضی ہے؟ نہیں ایسا ہرگز نہیں ہے! اگر یہ فرضی ہے تو پھر صحیح کیا ہے! ہے کسی کے مونھ میں زباں جو اس کے فرضی ہونے کی وضاحت کر سکے......چشم و چراغ کے ساتھ خاندان برکات کہنے میں یہ مصلحت ہے کہ اس خاندان میں جس قدر افراد ہونگے ان کے لیے یہ تلقین ہے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کی اتباع کرو پیروی کروان کے مسلک سے منحرف ہو کر کسی اور طرف مائل ہونے میں خطرہ ہے اور

ہلاکت وتباہی ہے۔ جب اس خاندان کے افراد کے لیے یہ حکم ہے تو اس خاندان سے جو لوگ وابستہ ہیں سب کے لیے یہی حکم ہوگا جو لوگ صحیح ذوق اور درست عرفاں رکھتے ہیں ان کے لیے بھی بطور اشارہ یہی حکم ہے کہ مسلک اعلیٰ حضرت پر قائم رہو.....

چشم و چراغ خاندان برکات کہنے میں ایک لطیف اشارہ یہ بھی ملتا ہے۔ ان کے پند و نصائح کا مطالعہ مسلک اعلی حضرت کی روشنی میں کیا جائے.......مولانا یٰسین اختر مصباحی تحریر کرتے ہیں:

نور العارفین حضرت سید شاہ ابوالحسین احمدی نوری مارہروی قدس سرہ اپنی حیاتِ مبارکہ کے آخری ایام میں وابستگان سلسلۂ عالیہ قادریہ برکاتیہ کو خصوصی طور پر اور سواد اعظم اہلسنّت و جماعت کو عمومی طور پر نصیحت فرماتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

پہلی نصیحت وصیت یہ ہے:

''ایمان و اسلام کو قبول کرنے کے بعد مذہب اہل سنت و جماعت پر ثابت قدم رہیں۔ اور حنفی مسلک وقادری مشرب کے مطابق اپنا ظاہر و باطن آراستہ رکھیں ......یعنی بالفاظ دیگر اپنا ظاہر شریعت غرا (روشن وتابناک شریعت) کے موافق اور باطن طریقت عالیہ کے مطابق بنائیں ....شریعت میں حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مقلد رہیں اور طریقت میں حضور غوث اعظم سیدنا عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متبع و فرماں بردار بنیں تمام احکام اسلام کی تعمیل و پیروی اپنے اوپر فرض جانیں ....علماء فقراء کا ادب ملحوظ رکھیں خانقاہ و درگاہ شریف کی خدمت بجالاتے رہیں نماز پنج گانہ کے لیے مسجد کی حاضری اور نماز با جماعت اختیار کریں......خصوصاً والدین اور اپنے شیخ طریقت اور علوم دینیہ کے اساتذہ اور ان کی اولاد کی خدمت گزاری میں کوشش کرتے رہیں.......اپنے شیخ طریقت کو اپنے زمانے کے تمام مشائخ سے اپنے حق میں برتر و بالا جانیں۔ اپنے آپ کو تمام مخلوقات الٰہی سے ذلیل و بے قدر سمجھیں اور ہمیشہ ہمیشہ تواضع

پسند اور منکسر المزاج رہیں“
(عرفان مذہب ومسلک ص ۳۴،۳۳ مؤلف مولانا یاسین اختر مصباحی)

حضرت نوری میاں علیہ الرحمۃ نے ”مسلک اہلسنّت“ پر ثابت قدم رہنے کا حکم دیا ہے اور اسی کی اتباع وپیروی کا بھی حکم ہے اس بات سے کسی کو انکار نہیں...... مگر اس کا تصور ہو تو کیسے ہو؟ حضرت نوری میاں کے ذہن شریف میں اس کا جو تصور تھا آپ نے اس کا اظہار نہیں کیا مگر انہوں نے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کو اپنے خاندان کا چشم و چراغ بتا کر ایک اہم پیغام دیا کہ میری نصیحت اور وصیت کو بھی انہیں کے تعلیمی نظریات اور فقہی معلومات کی روشنی میں متعین کرو ان کے نظریوں کو چھوڑ کر کہیں جانے کی ضرورت نہیں...... یوں تو ان کی وصیت سے دانشوروں نے مسلک و مذہب کا عرفاں حاصل کیا اس میں کوئی دو رائے نہیں ہے مگر یہ عرفاں صحیح عرفاں نہیں ہوا اس کے لیے مسلک اعلی حضرت کا سہارا لینا پڑے گا حضرت نوری میاں نے ”مسلکِ اعلیٰ حضرت“ کا ذکر نہیں کیا اس کی وجہ یہ ہے کہ اس وقت یہ اصطلاح اپنے وجود سے دور تھی کاش اگر اس وقت یہ اصطلاح موجود ہوتی اس کا ذکر ضرور کیا جاتا۔ اپنے دل اور دماغ کو حاضر کر کے سوچیئے اور سمجھنے کی کوشش کیجیے یہی ہماری التجا ہے اور یہی ہماری گزارش بھی ہے جب ”مسلک اہلسنّت“ کی بات آہی چکی ہے تو اس بارے میں عرض ہے ذرا اس پر دھیان دینے کی ضرورت ہے۔

مسلک اہلسنّت کے مختلف تصورات:

اس بات میں کسی شک وشبہ کی گنجائش نہیں ہے کہ اہلسنّت کا مسلک نہایت ہی صاف ستھرا مسلک ہے۔ یہ ایک ایسی شاہراہ حیات ہے جس پر چل کر انسان اپنی مطلوبہ منزل کو پاسکتا ہے مگر دور حاضر میں اس کا تصور نہایت ہی دھندلا ہو چکا ہے ایسا کس نے کیا اور کیسے کیا؟ یہ ایک الگ اور جداگانہ بحث ہے۔

(۱).....دھندلا تصور

اہلسنّت و جماعت کے مسلک کا سب سے پہلا تصور نہایت ہی دھندلا ہے ایسا دھندلا ہے کہ اس کے خدوخال تک نہیں دکھائی دے رہے ہیں.....کیا یہ بات معلوم نہیں؟ کہ لفظ سنی کا اطلاق شیعہ کے مقابلہ میں ہوا ہے اس لیے شیعہ اور سنی بولا جاتا ہے.....مدرسہ تعلیمی بورڈ لکھنو کے زیر انتظام جو امتحانات کرائے جاتے ہیں اس میں مذہب کا ایک کالم ہوتا ہے جس میں شیعہ اور سنی لکھا ہوتا ہے اور امیدوار کو یہ اختیار دیا جاتا ہے کہ وہ **جس مذہب سے تعلق رکھتا ہے اس پر صحیح کا نشان لگائے جو امیدوار شیعہ ہوتا ہے وہ شیعہ پر صحیح کا نشان لگاتا ہے اور جو امیدوار وہابی، دیوبندی ہوتا ہے وہ سنی پر نشان لگاتا ہے اسی طرح سنی امیدوار سنی ہی پر نشان لگاتا ہے**.......حکومتی سطح پر سنی وقف بورڈ قائم ہے اور شیعہ بورڈ قائم ہے شیعہ کے علاوہ ہندوستان میں جس قدر فرقے ہیں سب اپنے آپ کی وابستگی سنی وقف بورڈ سے بنائے ہوئے ہیں ...... یہ کوئی چھپی ہوئی بات نہیں ہے بلکہ مدارس سے متعلق سبھی اس سے واقف ہیں خواہ وہ تلامذہ ہوں یا اساتذہ ہوں ...... **غیروں کی اسی شمولیت کے سبب سنی مسلک اپنے افراد کے اعتبار سے دھندلا ہے اور اس کے اندر باطل فرقوں سے امتیاز کی جو قوت اور صلاحیت پائی جاتی تھی وہ مفقود ہو چکی ہے**

(۲).....ناقص تصور

مولانا یٰسین اختر مصباحی صاحب نے اپنے کتابچہ ’’عرفان مذہب ومسلک میں ’مسلک اہلسنّت‘ کو مشہور ومعروف حقیقت قرار دیا ہے اور مسلک امام اعظم ’’مسلک اکابر واسلاف‘‘ مسلک علماء محدثین‘‘ مسلک سلسلہ ولی اللٰہی عزیزی‘‘ مسلک علماء فرنگی محلی‘‘ مسلک خیرآباد و بدایوں اور مسلک اعلی حضرت کے تعلق سے انہوں نے تحریر کیا کہ..... یہ سب ایک ہی حقیقت کی مختلف تعبیریں ہیں ...... یہ ایک چھوٹا سا جملہ ہے جس میں بہت سے سربستہ راز مضمر ہیں ان رازوں کو سمجھنے کے لیے فکری گہرائی چاہیئے

اس کے لیے اچھی سوچ اور مثبت انداز فکر ہونا چاہئیے اور محتاط رویہ ہونا چاہئیے ایک ہی حقیقت کی مختلف تعبیریں اس بات کو ثابت کرتی ہیں کہ یہ تعبیریں بھی کسی ضرورت کے تحت ہی وجود میں آتی ہیں وہ ضرورت کیا ہوسکتی ہے؟اس کا پتہ لگانا اہل علم کا کام ہے۔

ہمارے خیال میں اس کے اسباب درج ذیل ہو سکتے ہیں......قارئین سے گزارش ہے اسے دھیان سے مطالعہ کریں اور پھر فیصلہ کریں۔

پہلا سبب......اس کا پہلا سبب یہ ہوسکتا ہے کسی بھی رائج اور قدیم اصطلاح میں موجود ''علت فارقہ'' جب کسی وجہ سے کمزور اور مضمحل ہو جاتی ہے تو کوئی ایسا عالم دین جو اپنے علم وفن میں باکمال ہوتا ہے فکر وفن میں باوقار ہوتا ہے اٹھ کھڑا ہوتا ہے اور پھر خداداد ذہانت فطانت اور فکر وفن، فقہی دینی اور مذہبی طاقت و توانائی سے مضمحل ''علت فارقہ'' میں امتیازی صلاحیتوں کو دوبالا کر دیتا ہے اور اسے اس لائق بنا دیتا ہے، جس کے سبب اس کی اپنی تعبیر اس دور کے اعتبار سے دین حق کی علامت، شناخت اور نشان امتیاز بن جاتا ہے، جو صاحب بصیرت ہیں وہ اس بات سے واقف ہیں کہ اس تعبیر میں بھی وہی خوبیاں، کمالات اور تفردات پائے جاتے ہیں جو ''معبر عنہ'' میں پائے جاتے تھے اس لیے ہم اسے کسی بھی صورت میں فراموش نہیں کر سکتے جس دور میں یہ تعبیر ابھر کر سامنے آئی ہے ...... جب تعبیر میں شان امتیاز پائی جاتی ہے تو پھر اسے لانے کی کیا ضرورت؟ جس کی یہ تعبیر ہے

دوسرا سبب......اور کبھی ایسا ہوتا ہے جب کسی دور میں انقلابات، تغیرات اور بدلے بدلے سے حالات سامنے آتے ہیں تو پھر اسی بدلے ہوئے ماحول میں کسی جدید اصطلاح کی ضرورت پیش آتی ہے جس میں تعبیر کے ساتھ ساتھ ضرورت کا احساس بھی پایا جاتا ہے اس لیے ہم اس تعبیر کو نظر انداز نہیں کر سکتے .....اور اگر ہم کسی حقیقت کا اعتراف کریں اور اس کی تعبیر جدید کو نظر انداز کر دیں.....تو اس صورت میں مسلک کا

تصور ناقص ہو جائیگا اور اس کے ناقص ہونے کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ مسلک اہلسنّت کے ساتھ ہم اس تعبیر کا انضمام کریں جو اس دور سے متعلق نہیں بلکہ اس سے پہلے کے دور سے متعلق ہے مثال کے طور پر دور حاضر میں ہم مسلک اہلسنّت کو مسلک علامہ فضل حق خیر آبادی یا مسلک علامہ فضل رسول بدایونی کے ساتھ ملاتے ہیں تو ان دونوں کے مسلک میں دیوبندیوں کے فاسد نظریات پر کسی طرح کوئی ریمارک نظر نہیں آتا۔ حالانکہ دور حاضر میں اسی ریمارک کی ضرورت ہے اس لیے ضروری ہے کہ ہم جس دور سے تعلق رکھتے ہیں اسی دور کی تعبیر کو ساتھ لے کر چلیں..... ورنہ ایک قدم چلنا بھی ہمارے لیے مشکل ہو جائے گا اور ہم پھڑ پھڑاتے رہ جائیں گے پھر اس جال سے ہمیں نکالنے والا کوئی نہیں۔

مکمل تصور

اہل علم کو خوب معلوم ہے کہ اشیاء اپنے لوازم کے ساتھ رہنے ہی میں مکمل ہوتی ہیں لوازم کہیں اور اس کے ملزومات کہیں...... اس سے کسی کا کوئی بھلا نہ ہوگا کہ مسلک کو اس کی امتیازی شان وشوکت کے ساتھ لیا جائے ورنہ اس کا نتیجہ یہ سامنے آئیگا کہ چہرہ بے نقاب ہے لیکن اس کے خدوخال کہاں ہیں؟ تلاش کرنے کے بعد بھی اس کا کوئی اتہ پتہ نہیں ہمیں مسلک کا تصور نہ دھندلا چاہیے اور نہ ہی ناقص...... بلکہ اس کا ایسا تصور ہونا چاہیے جو ہر اعتبار سے کامل اور مکمل ہو .... اور ایسا تصور صرف ''مسلک اعلیٰ حضرت'' ہی سے ابھرتا ہے۔ اعلیٰ حضرت کے مسلک کے علاوہ کوئی اور مسلک نہیں جس سے دین حق کا کامل اور مکمل تصور ہو سکے آج ہمیں مولانا یٰسین اختر جیسے پرگندہ فکر کے حامل لوگ مسلک اعلیٰ حضرت سے دور رہنے کا مشورہ دے رہے ہیں، سوچیے؟ غور کیجیے کہ جس نے دین حق کی حفاظت کے لیے اپنے تن من دھن کی قربانی پیش کر دی ہے انہیں اپنا خیال نہیں تھا بلکہ اپنی ملت کی زبوں حالی کا خیال تھا ان کا ایک ایک قدم دین کی

حمایت میں اُٹھتا تھا اوران کے قلم ژرف نگار سے دیں کے گلستاں مہکتے تھے اوران کی حیات گراں قدر ہمارے لیے باعث نو بہار تھی ہم ان کے پیغام محبت کو کس طرح فراموش کریں؟

حضرات گرامی!

دور حاضر میں ''مسلک اہلسنّت'' کے تینوں تصورات آپ کے سامنے ہیں انہیں ذہن نشیں کرلیں اور بتایئے آپ کو کیسا مسلک چاہیئے؟

الف......جس مسلک کی حمایت میں مولانا یٰسین اختر مصباحی جیسا پراگندہ فکر اس میدان میں اتر پڑا ہے۔انھوں نے اپنے قلم سے ہم جیسے چھوٹوں پر نگاہ عنایت کی ......اوراس قدر لکھا کہ ایک کتابچہ کی شکل میں ہمارے سامنے ہے اس کے مطالعہ سے مسلک کا جو تصور سامنے آتا ہے وہ دھدلا ہے یا پھر ناقص ہے آپ کیسا تصور چاہتے ہیں ؟ دھندلا یا ناقص؟ ہمیں نہ دھندلا چاہیے اور نہ ہی ناقص چاہیے۔

ب......ہم اس مسلک کے حامی ہیں جس کا تصور کامل ہو اکمل ہو اور ظاہر ہے یہ کامل تصور صرف اور صرف مسلک اعلی حضرت سے نمایاں ہوتا ہے۔

ج......حضرت نوری میاں علیہ الرحمۃ نے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کو اپنے خاندان کا چشم و چراغ بتا کر اس بات کی تلقین فرمائی مسلک اہل سنت سے وہ مسلک مراد لیا جائے جو کامل ہو اور یہ تصور صرف مسلک اعلی حضرت سے کامل ہوتا ہے اس کے علاوہ کسی اور مسلک سے یہ تصور کامل نہیں ہوسکتا ہے۔

مسلک اعلی حضرت کا تیسرا تصور

یہ تیسرا تصور ہمیں کس نے دیا؟ اس نے دیا! جو اپنے وقت کے محقق، مدقق، مفکر اور نباض تھے راہ ورسم کے نشیب وفراز سے واقف تھے اور اس راز سے بھی آگاہ تھے کہ اس وقت قوم وملت کو کیا چاہیے اور انہیں کس چیز کی ضرورت ہے؟ اسی ذات گرامی کا لقب

صدرالافاضل ہے رئیس المفسرین ہے..... ہمیں یہ تصور ''آل انڈیا سنی کانفرنس'' کے پلیٹ فارم سے ملا آل انڈیا سنی کانفرنس کی مختصر رپورٹ پیش ہے۔

دستوراساسی اورمسلک اعلی حضرت

آل انڈیا سنی کانفرنس کا قیام عمل میں آچکا ہے اب اس کے ڈھانچے کو پروان چڑھانے کی بات ہے اسے کس طرح آگے بڑھایا جائے؟ اس کے لیے کون سی صورت اپنائی جائے جس سے تنظیمی ڈھانچے کو فائدہ پہونچے اور پورے غیر منقسم ہندوستان میں پھیلے ہوئے علماء ومشائخ کو کسی ایک ''نقطہ'' پر متحد کیا جائے.....اس کے لیے اگر کسی چیز کی ضرورت تھی؟ تو وہ دستور اساسی، کی ضرورت تھی جب ''دستور اسای'' کی تشکیل کرنے والے جذباتی اور ادھ پکی صلاحیتوں کے مالک ہوتے ہیں تو آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ ان کا دستور کیسا ہوتا ہوگا؟ یہ بتانے کی ضرورت نہیں بلکہ محسوس کرنے کی بات ہے قربان جایئے حضرت صدرالافاضل کی گہری بصیرت پر اوران کی گہری قیادت پر کہ انہوں نے سب سے پہلے ''سنی'' کی تعریف کی اورقوم وملت کو بتایا کہ صحیح سنی کون ہے.....

سنی کی تعریف آل انڈیا سنی کانفرنس کے دستور اساسی میں سنی کی تعریف یوں کی گئی ہے

> سنی وہ ہے جو ما انا علیہ واصحابی کا مصداق ہو یہ وہ لوگ ہیں جو ائمہ دین خلفائے اسلام اور مسلم مشائخ طریقت، اور متاخرین علمائے دین میں سے **حضرت ملک العلماء، سند العلماء، بحر العلماء صاحب فرنگی محلی اور حضرت مولانا فضل حق خیرآبادی، واعلیٰ حضرت مولانا فضل رسول بدایونی حضرت مولانا مفتی ارشاد حسین رامپوری واعلیٰ** حضرت مولانا **مفتی شاہ احمد رضا خاں صاحب بریلوی قدست اسرارہم کے مسلک پر ہو۔** (تقدیم مسلک اعلی حضرت منظر پس منظر)

حضرت علامہ صدر الافاضل کی تعریف کا خلاصہ یہ ہے کہ ''سنی وہ ہے جو ما انا علیہ و اصحابی پر عمل پیرا ہو چونکہ ہندوستان میں جس قدر باطل فرقے ہیں ان میں سے ہر ایک کا دعویٰ یہی ہے کہ ''ما انا علیہ واصحابی'' پر صرف اور صرف وہی ہے اس لیے اس کے دعوی کو خارج کرنے کے لیے ضروری ہوا کہ یہ قید لگائی جائے کہ ''یہ وہ لوگ ہیں جو متأخرین علمائے دین میں سے حضرت ملک العلما حضرت مولانا فضل حق و مولانا فضل رسول و مولانا ارشاد حسین اور مولانا شاہ احمد رضا خاں کے مسلک پر ہو ان کے مسلک سے جو بھی ہٹا ہوا ہے وہ سنی نہیں ہے اس بات میں کسی شک و تردد کی گنجائش نہیں ہے کہ حضرت صدر الافاضل نے جو فرمایا وہ حق اور درست ہے نہایت ہی جامع اور مانع ہے سنی کی اس سے بہتر تعریف اور کوئی تعریف نہیں ہوسکتی ہے اس تعریف سے اس بات کی جانب بھی اشارہ ہوتا ہے کہ اس تعریف میں جن علماء کرام کا ذکر کیا گیا ہے ان میں سے ہر ایک کی جانب ''مسلک'' کی نسبت ان کے دور میں ''اہل سنت و جماعت'' کی شناخت اور پہچان تھی اور اس دور کے ارباب فکر کو اس بات کی اجازت تھی کہ وہ غیروں سے خود کو ممتاز کرنے کے لیے'' مسلک فرنگ محلی'' مسلک فضل حق'' مسلک فضلِ رسول'' مسلک ارشاد حسین اور مسلک اعلی حضرت'' کہہ سکتے ہیں اور اس سے اس بات کا بھی اشارہ ملتا ہے کہ ''سنی'' کی تعریف میں ''ما انا علیہ واصحابی ''جنس'' کی حیثیت رکھتا ہے اور متأخرین علمائے دین کی طرف مسلک کی نسبت ''فصل،، کی حیثیت رکھتی ہے اور جس تعریف میں ''جنس وفصل'' پائی جائیں وہ تعریف جامع بھی ہوتی ہے اور مانع بھی ہوتی ہے۔ اہل علم سے یہ بات پوشیدہ نہیں کہ کوئی بھی تعریف صرف ایک جنس اور ایک فصل سے مکمل ہو جاتی ہے اور جب کئی ''فصول'' لائی جائیں تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ صرف ایک فصل امتیاز کے لیے کافی نہیں ہے اسی لیے دوسری فصل کی ضرورت محسوس ہوئی دوسری بھی کافی نہیں تو تیسری فصل کی ضرورت پڑی اور تیسری

بھی کافی نہ ہوتو ''فصل چہارم'' کی حاجت ہوگی اوراس کا مطلب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ ایک دور میں ''فصل اول'' کافی ہے اور دوسرے دور میں ''فصل دوم'' کافی ہے اور تیسرے دور میں ''تیسری فصل'' کافی ہے جوافرادفکرودانش سے ادنی سا بھی تعلق رکھتے ہیں وہ اس بات سے واقف ہیں کہ جب کسی تعریف میں ''سلسلہ وارفصول'' لائی جائیں توان میں سے ہرایک ''فصل'' میں ماسبق فصل کی تمام تر امتیازی قوت پائی جاتی ہے ایسی صورت میں غیروں سے اپنے آپ کو ممتاز کرنے کے لیے اس دور کی ہی ''فصل'' کافی ہے........آل انڈیا سنی کانفرنس کے پلیٹ فارم سے ''سنی'' ہونے کی جوتعریف کی گئی ہے اس کی منشاء اور مقتضی بھی یہی ہے اس کے باوجود حضرت صدرالا فاضل نے امام اہل سنت کے مسلک کے علاوہ حضرت ملک العلماء،حضرت فضل حق ،حضرت سیف اللہ المسلول اورحضرت مفتی ارشاد حسین کے مسالک کا ذکر کرکے اس کی جوازی حیثیت کا تعین فرمادیا.....**میں کہتا ہوں کہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی کے مسلک میں مذکورہ بزرگوں کے تمام مسالک مضامین اوراس کے آثاروعکوس پائے جاتے ہیں اس بنیاد پراعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی کے مسلک کاذکرکرنابعینہ ان کے مسالک کاذکرکرنا ہے کہ ان کا مسلک ایک مہاساگر ہے** جس سے بہت سے ساگر ملتے ہیں اسی لیے حضور علی حسین اشرفی میاں کچھوچھوی نے بڑی پیاری بات کہی ہے کہ ''ان کا مسلک سب سمندروں کا سنگم ہے'' سنی کی یہ تعریف فی نفسہ درست اور صداقت پرمبنی ہے مگرتعریف کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ اس میں کم سے کم الفاظ لائے جائیں کہ تعریف کواختصار سے طبعی مناسبت ہوتی ہے دورحاضر میں جولوگ ''مسلک اعلی حضرت کاانکارکررہے ہیں اس سے ان حضرات کی منشاءیہ کہ ہے حضرت صدرالافاضل نےسنی کی جوتعریف کی ہے اسے مخدوش قراردے دیا جائے اسی لیے انہوں نے مسلک اعلی حضرت کاانکارکیا......

دورحاضر میں ''سنی'' کی تعریف

حضرت صدر الافاضل علیہ الرحمہ نے سنی کی جو تعریف کی ہے اس کا مطالعہ کرنے اور اس کے تمام مضمرات پر فکری اور تنقیدی نظر ڈالنے کے بعد میں اس منزل پر پہونچا کہ اس دور میں ''سنی'' کی تعریف اس طرح کی جائے کہ:

''سُنّی وہ ہے جو ماانا علیہ واصحابی پر ہو'' دورِحاضر میں یہ وہ لوگ ہیں جو اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی کے مسلک پر عمل پیرا ہوں..... سنی کی تعریف میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کے مسلک کا ذکر واجبی حیثیت رکھتا ہے بس اسی قدر کی تعریف سے ہم اہل سنت دوسرے تمام باطل فرقوں سے ممتاز ہو جاتے ہیں غیروں سے امتیاز کرنے کے لیے اب کسی اور کے مسلک کا ذکر کوئی ضروری نہیں ہے ہاں! اگر کوئی ذکر کرنا چاہتا ہے تو اسے اس کے ذکر کا جواز حاصل ہے۔ ہم کسی کو اس کے ذکر کرنے سے منع نہیں کرتے ہیں.... ۱۹۲۵ء سے اب تک جس قدر علماء مشائخ اور ارباب فکر گزرے ہیں ان تمامی حضرات کی تحریروں اور تأثرات سے یہی اشارہ ملتا ہے کہ وہ **حضرات بھی ''سنی'' کی تعریف میں ''مسلکِ اعلیٰ حضرت'' کو ''جامع الفصول'' مانتے ہیں** تو پھر اس کے ہوتے ہوئے کسی اور فصل کی ضرورت نہیں اس کے باوجود حضرت صدر الافاضل نے مذکور بالا اکابر اور مشائخ کا ذکر کیا ہے تو ظاہر ہے یہ ذکر صرف اور صرف بیان جواز کے لیے ہے اس کے علاوہ ان کا اور کوئی مقصد نہیں ہے...... یہ تحریر کرتے وقت ہمیں اسبات کا احساس ہورہا تھا کہ اس سے بہترے افراد کی پیشانیاں شکن آلود ہونگی اور کتنے ایسے بھی ہونگے کہ اسے پڑھ کر ان کے تیور بدل جائیں گے ایسے ہی افراد سے میری گزارش ہے تیوری چڑھانے سے کوئی فائدہ نہیں اور نہ ہی غصہ کی حالت میں اپنی آنکھوں سے شعلے برسانے سے کچھ حاصل ہوگا فائدہ صرف اس بات میں ہے کہ آپ آئیں اور متانت وسنجیدگی سے مطالعہ کریں اس کے مضمرات پر غور کریں

اگراس میں کسی طرح کی کوئی خامی نظر آتی ہے تو آپ مجھے اس کی اطلاع دیں اور اپنے زریں مشوروں سے نوازیں ہم تہہ دل سے آپ کے شکر گزار ہونگے میں ان لوگوں میں سے نہیں جو اپنی سستی کاہلی اور کسی سے مرعوب ہوکر اپنی شاہراہ حیات کو بدل دیتے ہیں اور پھر للچائی ہوئی نظروں سے کسی اور طرف دیکھتے ہیں..... **میں کسی کو چیلنج کرنے کا عادی نہیں اور نہ میرا یہ شیوہ ہے کہ میں ایسی تنقید کروں جس سے کسی کی شخصیت مجروح ہو جائے اگر آپ کے پاس انصاف ہے فکر و دانش ہے اور سوچنے سمجھنے کی صلاحیت ہے تو پھر ہمیں یہی امید ہے کہ آپ وہی سوچیں گے جو اصل حقیقت پر مبنی ہے .....** مسلک اعلی حضرت کے حوالہ سے میں نے سنی مسلمانوں کی جو تعریف کی ہے اس میں اور صدر الا فاضل کی تعریف میں کوئی تضاد نہیں ہیاور نہ ہی یہ تعریف اس تعریف کی مخالف ہے یہ ایک ضمنی بات تھی جسے میں نے آپ کے روبرو پیش کر دی ہے اب فیصلہ آپ کے ہاتھ میں ہے......اب دیکھنا یہ ہے کہ اس ''آل انڈیا سنی کانفرنس'' کی تحریک میں کتنے افراد عالی وقار شامل تھے اور یہ کیسے کیسے عظیم افراد تھے؟ ہاں میں اسقدر ضرور جانتا ہوں کہ یہ وہ افراد تھے جن کے قدموں کی ٹھوکروں سے کتنوں کا نصیبہ بیدار ہو جاتا تھا اور ان کی سوئی ہوئی قسمت جاگ اٹھتی تھی۔ اس سے کتنے اور کیسے افراد جڑے ہوئے تھے، ان کا پتہ لگانا بھی ضروری ہے تاکہ ان کی یہ آواز معتبر آواز ثابت ہو جائے یہ آواز کیسی آواز ہے ؟اس بات کو جاننے کیلیے ابھی آپ کو کچھ دنوں تک انتظار کرنا پڑے گا اور بہت ہی جلد میری ایک نئ کتاب بنام ''مسلک اعلی حضرت تعارف، حقیقت اور چیلنج'' آنے والی ہے۔ اس کا مطالعہ آپ کی نگاہوں کو سامان تسکین فراہم کرے گا اور مخالفین مسلک اعلیٰ حضرت کے خیموں میں زلزلہ برپا کر دیا..... آیئے ایک بار پھر ہم ان کی طرف اپنی توجہ مبذول کرتے ہیں یعنی جہاں سے چلے تھے پھر وہیں آتے ہیں، اگر اس مضمون میں شان زیبائی کے خلاف کوئی لفظ استعمال ہو جائے تو اسے دامن عفو میں جگہ عطا فرمائیں

یہ آپ کا کرم اور نوازش ہوگی.....

مسلک اعلیٰ حضرت کا چوتھا تصور

مسلک اعلیٰ حضرت کا یہ چوتھا تصور بھی ہمیں مارہرہ مقدسہ کی سرزمیں سے ملا اوران بزرگوں سے ملا جن کی شخصیتیں ہمارے لیے تاج سر کی حیثیت رکھتی تھیں یہ وہ افراد ذی وقار تھے جن کے یہاں سے سکے رائج ہوا کرتے تھے ان کی مبارک زباں سے نکلے ہوئے الفاظ آبدار موتیوں سے کم نہ تھے بلکہ ان موتیوں سے بھی ماورا ہوا کرتے تھے ان کی زبان فیض ترجمان سے مسلک اعلیٰ حضرت کیا نکلا کہ ملک کے کونے کونے میں پھیل گیا اور دوسرے ملکوں میں بھی یہ اصطلاح بولی جانے لگی اور لوگ اسے سمجھنے جاننے لگے.....اب جب کہ اس کی صدائے دلنواز ہر طرف پھیل چکی تو اب اسے دبانے کی ہر ممکن کوشش ہونے لگی ہم پوچھنا چاہتے ہیں اتنی تاخیر سے اس کے خلاف آواز کیوں بلند ہونے لگی اور اس سے قبل اس کے بارے میں کیوں نہیں سوچا گیا؟

مسلک اعلیٰ حضرت کی جامعیت اور مانعیت

مسلک اعلیٰ حضرت ایک ایسی اصطلاح ہے جو جامع بھی ہے اور مانع بھی ہے جامع اس طرح ہے کہ یہ اپنے ماننے والوں کو غیر کی طرف جانے نہیں دیتا ہے اور کسی غیر کو اپنی طرف آنے نہیں دیتا ہے اسی جامعیت کے سبب موجودہ دور کے اصحاب فکر، ارباب قلم نے اسے اپنایا ہے اور صاحب زباں نے اسے اپنے دل کے قریں رکھا ہے یہ کسی انفرادی آواز کی علامت و شناخت نہیں بلکہ اس سے تو جمہوریت ثابت ہوتی ہے اور اسی کو شریعت کی زباں میں اجماع کہتے ہیں یا پھر اسے ''سواد اعظم'' کہا جاتا ہے سواد اعظم کا تو آپ نے عرفاں حاصل کر لیا ہے مگر اس کا صحیح عرفاں سے آپ بہت دور ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ ابھی تک آپ نے اس کے انطباق کی کوشش نہیں کی ہے جب تک انطباق نہیں ہوگا صحیح عرفاں کے حصول کی راہ ہموار نہیں ہو سکتی ہے...... یہ مسلک

اعلی حضرت کا پانچواں تصور ہے جس نے علم داں طبقہ کے درمیاں سے نمود پاتا ہے یہ تصور نہ کل دھندلا تھا اور نہ آج دھندلا ہے آپ نے اسے کس طرح نظر انداز کردیا؟ یہ ایسا ہی ہوا جیسے کوئی چڑھتے دن، چمکتے سورج کو نظر انداز کردے مجھے اس سانحہ عظیم پر افسوس ہوتا ہے اگر کسی طالب علم کے ہاتھوں یہ حادثہ واقع ہوا ہوتا تو اسے برداشت کر لیا جاتا...... مگر آپ جیسے کہنہ مشق اور تجربہ کار صاحب قلم کے ہاتھوں سے اس عظیم حادثہ کا پیش آجانا ہماری جماعت کے لیے بہت زیادہ افسوس کی بات ہے کیا اسے اتفاق کہا جائے یا پھر یہ کسی منصوبہ بند تحریک کا کوئی حصہ ہے؟ ہم اس فیصلہ کو اپنے قارئین پر چھوڑتے ہیں

چھٹی آواز...... یہ آواز بھی ''مسلک اعلی حضرت کی آواز ہے جو اللہ کے سچے بندوں اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پکے غلاموں کے دلوں سے بلند ہوتی ہے یہ آواز محبت کی آواز ہے ضمیر کی آواز ہے یہ کرایہ کی آواز نہیں ہے...... صحیح عرفاں ہمارے پاس ہے اس لیے ہم اس آواز کو سنی اور ان سنی نہیں کر سکتے ہیں..... ہاں ہاں جس کے پاس صحیح عرفاں نہیں ہوتا ہے وہی سنی ان سنی کرتا ہے ......عوام کی آواز اور عمل ''عموم بلوی'' ہے جب کوئی چیز عدم علم کے سبب ''عموم بلوی'' کی صورت اختیار کر لیتی ہے تو شریعت اس میں آسانی پیدا کر دیتی ہے مگر آپ کا عرفاں یہ کیسا عرفاں ہے؟ جو اس راز سے آشنا نہ ہو سکا یہ خون کے آنسو رونے کا مقام ہے مسکرانے یا تبسم ریز ہونے کا موقع نہیں ہے اس کے باوجود مسلک اعلی حضرت کا انکار کرنے والے افراد قہقہے مار رہے ہیں...... یہی حماقت ہے اور اسی کو بیوقوفی سے تعبیر کیا جاتا ہے

ہمارا مسلک جمود و تعطل سے ماورا ہے

جو لوگ ''مسلک اعلی حضرت'' کا انکار کر کے اہل سنت کے مسلک کی بات کرتے ہیں نہ معلوم وہ کس دنیا میں رہتے ہیں کیا انہیں یہ بات نہیں معلوم؟ کہ مسلک

ارتقا پذیر ہوتا ہے زمانہ کے مزاج اور اس کے تقاضوں کو اپنے ساتھ لے کر چلتا ہے مسلک کی اسی ارتقائی قوت نے ہمیں زمانہ کے مختلف تقاضوں سے آشنا کردیا اسی بات کو آپ نے نہ کل سمجھا اور نہ ہی آج سمجھنے کی کوشش کررہے ہیں آپ جس مسلک کی بات کرتے ہیں اس میں تو جمود پایا جاتا ہے وہ تو تعطل کا شکار ہے اور جس مسلک کی بات ہم کررہے ہیں وہ زندہ ہے متحرک ہے اور ارتقاء پذیر ہے اگر وہ مسلک آج ''مسلکِ اعلیٰ حضرت'' کی صورت میں ہے یہ امکان بھی پایا جاتا ہے کہ کل آنے والے دنوں میں زمانہ کروٹ لے.....اس کے حالات بدلیں اور اس کی کوئی اور علامت ابھر کر سامنے آجائے اگر آپ کا یہی رویہ رہا تو یہ مسلک جبری اور اضطرابی بن کر رہ جائیگا اس اعتبار سے آپ مسلک کو محدود دائرہ میں ہی رکھنا چاہتے ہیں اور ایسا محسوس ہوتا ہے کہ آپ اسے وسیع اور کشادہ ہونے نہیں دیں گے..... یہ سوچ یقیناً بری سوچ ہے اس سوچ سے آپ کو باہر ہوجانا چاہیئے مگر آپ اسی ظلمت وتاریکی میں رہنا چاہتے ہیں اس لیے آپ کو اجالوں سے بیر ہے اس سے زیادہ ہم اور کیا کہہ سکتے ہیں؟ اگر کچھ کہیں تو ادب مانع ہے اور اگر نہ کہیں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ ہم اپنے آپ کو گھٹن میں رکھنا چاہتے ہیں حالانکہ ہمارا یہ مزاج نہیں.......

مسلک اعلیٰ حضرت سب کا پسندیدہ ہے اور یہی سواد اعظم ہے ہمیں اسی کی اتباع کرنی ہے اور اسی پر عمل کرنا بھی ہے مگر اس دنیا میں کیسے کیسے لوگ بستے ہیں جو سیدھی راہ چھوڑ کر پگڈنڈیوں پر سفر کرنا چاہتے ہیں آخر کیوں؟ اس کے پس منظر ان کا کیا مقصد ہے؟ اور وہ کون سا کھیل کھلنا چاہتے ہیں؟ اس مقصد کے سہارے کسی دل کے آنگن میں جھانکنا شریفوں کا کام نہیں۔

احقاقِ حق اور ابطال باطل

ہر دور میں مسلک کا یہی مزاج رہا ہے حق کو ثابت کرو اور باطل کا رد کرو مسلک

اعلیٰ حضرت نے بھی ہمیں یہی مزاج دیا ہے مسلک کے یہ ایسے دو پہلو ہیں کسی بھی صورت میں تغیر پذیر نہیں ہوتے اور نہ ہی اس میں کسی طرح کا بدلاؤ آتا ہے اسی پر قائم رہنا تصلب ہے جو لائق ستائش اور محمود ہے مسلک اعلیٰ حضرت میں یہ دونوں کمالات پائے جاتے ہیں اور بدرجۂ اتم پائے جاتے ہیں نظریاتی طور پر بھی اور عملیاتی انداز میں بھی .... جو افراد اس مسلک سے جڑے ہوئے ہیں انہیں حق بات کہنے اور برملا کہنے میں کہیں بھی نہیں چوکتے ہیں اسی طرح جب باطل کی بات آتی ہے تو اس کے رد کرنے میں ان کا مزاج منفرد دکھائی پڑتا ہے اس کے برعکس وہ افراد جو مسلک اعلیٰ حضرت سے انحراف اختیار کئے ہوئے ہیں ان میں احقاق حق اور ابطال باطل کی گرمی وحرارت پائی جاتی ہے مگر اس کا پارہ بہت ہی زیادہ گرا ہوا ہوتا ہے اور اس قدر گرا ہوا ہوتا ہے کہ مردہ اور نیم مردہ میں فرق کرنا مشکل ہو جاتا ہے اور ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے اس کے جسم میں جاں نہ ہو ایسی صورت میں کبھی یہ گماں ہوتا ہے کہ وہ سنی ہی نہیں اور کبھی اس بات کا ظن ہوتا ہے کہ وہ سنی تو ہے، مگر عملی طور پر اس کا ایک ایک قدم ''صلح کلیت'' کے فروغ و ارتقاء میں اُٹھتا ہوا محسوس ہوتا ہے۔ اس طرح کا مشکوک کردار کبھی فرد کا ہوا کرتا ہے اور کبھی تنظیم یا ادارہ کا ہوا کرتا ہے .... اسلام کہتا ہے تہمت کی جگہوں سے بچو اور اپنے دوستوں کو بھی بچاؤ اگر کسی فرد یا ادارہ کی طرف کسی کی انگلی اٹھتی ہے تو جذبۂ خلوص کا کام یہ ہوتا ہے کہ وہ اُٹھنے والی انگلی نہیں دیکھتا ہے، بلکہ اپنے گریباں میں منھ ڈال کر غور وفکر کرتا ہے کہ آخر مجھ میں کیا کمی تھی؟ کہ انگلی اُٹھی ......ایسا انصاف پسند انسان اس کمی کو دور کرتا ہے اور اپنے اندر اصلاح کا جذبہ بیدار کرتا ہے لیکن یہ کیسا قرب قیامت ہے؟ کہ لوگ اپنے آپ کی اصلاح نہیں کرتے ہیں اور نہ ہی اپنے گریباں میں مونھ ڈال کر کچھ سوچتے ہیں بلکہ ان انگلیوں کو توڑ دینا چاہتے ہیں جو ان کی طرف اُٹھتی ہیں..... کیا اس بات کو آپ بھول گئے کہ تنقید ہر دور میں اچھی رہی ہے اور اہل علم نے اسے پسند کیا

ہے، صرف اس لیے کہ تنقید گرتوں کو سنوارتی ہے اور لغزیدہ قدموں کو سہارا دیتی ہے مگر یہ کس قدر افسوس کی بات ہے؟ تنقید کو پسند نہیں کرتے ہیں اس لیے مناسب یہ ہے کہ خود اپنی اصلاح کی کوشش کریں اور اپنے آپ کو سنوارنے میں لگے رہیں۔ یہی شرافت ہے اور اسی کو انسانیت کہا کرتے ہیں..... ہاں یہ بات صرف اچھی ہی نہیں بلکہ بہت اچھی ہے کہ احقاق حق اور ابطال باطل کے لیے مختلف اسالیب میں اس اسلوب کا انتخاب کریں جو قرآنی مزاج سے میل کھاتا ہو، جس سے احادیث رسول کی ترجمانی ہوتی ہو اور جو صحابۂ کرام کی روش کے عین مطابق ہو، **رد ہر جگہ لازمی ہے، بلکہ دور حاضر میں اس کی ضرورت زیادہ بڑھ گئی ہے۔** ہاں سامعین جس معیار کا ہوں رد بھی اسی معیار کا ہونا چاہیے، اگر پڑھا لکھا اجتماع ہے تو اس میں رد پر جو گفتگو ہو دلائل کی زبان میں ہو، گھٹیہ اور بازاری الفاظ سے گریز کیا جائے، پھول کی پتی سے بھی ہری کا جگر کٹتا ہے۔ .....اور یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ کبھی اور کسی دور میں وہ تقریر پسند کی جاتی تھی، جس میں کھلا ہوا رد اور ابطال ہوا کرتا تھا اور دور حاضر میں ایسا نہیں ہے، اس لیے ہمارے خطبا کا اندازِ خطابت بھی بدل چکا ہے۔ کہیں انداز بیاں میں جذبہ و جوش ہوتا ہیں اور کہیں اس میں سنجیدگی ہوتی ہے اور کبھی اس میں متانت پائی جاتی ہے۔ بہر حال اس بات سے انکار نہیں کہ ایک دور ایسا بھی تھا جب عوام اہلسنّت کا مزاج اور حالات کے تقاضے صریح رد و انکار کو پسند کیا کرتے تھے......اس دور کے اعتبار سے کسی اور دور کی خطابت کو تاجرانہ ذہنیت سے تعبیر کرنا کسی بھی لحاظ سے درست نہیں.....اور ایسا بھی ممکن ہے کہ آپ کا مزاج کسی اور اسلوب کو چاہتا ہو اور خطیب نے اپنے مزاج اور اپنے سامعین کی نفسیات کے اعتبار سے جس اسلوب بیاں کو اپنایا وہ صحیح ہو نہ آپ اپنے اسلوب کے اختیار میں غلط ہیں اور نہ ہی خطیب کسی خطا کا شکار ہوا ہے، تو پھر کیا وجہ ہے کہ آپ ان کے اسلوب بیان کو غلط قرار دے رہے ہیں۔ حالانکہ انہوں نے آپ کے اسلوب کو غلط نہیں کہا ہے، اس

طرح کی شدت پسندی آپ کے لیے روا کیوں،؟ جہاں تک لکھنو اور ممبئی کے سیمینار و کانفرنس کی بات ہے اس کا تعلق عوام سے نہیں ہوتا ہے بلکہ اس میں وہی لوگ شریک ہوتے ہیں، جو پڑھے لکھے اور سنجیدہ و متین ہوتے ہیں اور جلسوں کا مزاج دوسرے قسم کا ہوتا ہے، اس میں زیادہ تر وہ افراد ہوتے ہیں جو سنجیدہ نہیں ہوتے ہیں، انہیں تو جوش بھری تقریر ہونی چاہیئے ۔ اسی لیے ان کی خطابت میں جوش ہوتا ہے اور جذبات کے نشیب وفراز ہوتے ہیں۔ **اگر آپ کے پاس صحیح عرفاں ہوتا تو ہم سمجھتے ہیں آپ وہ بات نہیں کرتے جو اپنے کتابچہ میں کر گئے** ہم اپنی بات ردفرق باطلہ کے تعلق سے اسی پر ختم کرتے ہیں.....اور صلح کلیت پر آتے ہیں

صلح کلیت کیا ہے؟

صلح کلیت کے تعلق سے آپنے بات کی اور اس کی وضاحت بھی آپنے اپنے اعتبار سے کیا۔ اس کے باوجود ابھی تک اس میں بہت سے ایسے گوشے ہیں، جو زیر بحث نہیں آئے ہیں، اس لیے اس مسئلہ کے تعلق سے ابھی بھی آپ کا عرفاں ناقص دکھائی پڑتا ہے۔ **ہوسکتا ہے ہماری باتیں آپ کو کڑوی محسوس ہوتی ہونگی اگر اس کڑواہٹ کا ہم احساس کرتے ہیں تو انکشاف حقیقت ادھورہ رہ جاتا ہے**۔ اس لیے ہم ان گوشوں کو بیان کرنے کی کوشش کررہے ہیں، یہ ہمارا فرض ہے اور ہمیں اپنے فرض سے زیادہ پیار ہے..... یہ حقیقت ہے کہ صلح کلیت کوئی مستقل مذہب نہیں ہے بلکہ ہم کہتے ہیں اس میں مذہب کی صورت اختیار کرنے کی صلاحیت ہی نہیں ہے کہ یہ ایک عارضی چیز ہے، جو یکا یک ابھرتی ہے۔ وہ کس قدر پائدار ہوتی ہے؟ اور کتنی ناپائدار ہوتی ہے یہ بتانا مشکل ہے کہ یہ انفرادیت سے میل کھاتی ہے اور جس میں انفرادیت ہوتی ہے، وہ مذہب کیسے بن سکتا ہے ...... ہندوستان میں ''صلح کلیت'' نام کی کوئی چیز نہ تھی اس کی ابتدا کہاں سے اور کس طرح ہوئی اس کی وضاحت کرتے ہوئے حضور تاج الشریعۃ مولانا ومفتی محمد

اختر رضا قادری دامت برکاتہ القدسیہ ارشاد فرماتے ہیں کہ

''صلح کلیت کی اصطلاح یہ آج کل کی نہیں ہے بلکہ جب سے ندوہ فارم ہوا اسکی تشکیل ہوئی اور ندوہ والوں نے یہ نعرہ دیا کہ ''وہابی، دیوبندی، رافضی اور سنّی سب ایک ہیں عقیدۃً'' ..... جب انہوں نے یہ عقیدہ بنایا تو علمائے اہلسنّت و جماعت نے ان کا رد کیا اور سب سے بڑا حصہ اعلیٰ حضرت عظیم البرکت اور حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب اور تاج الفحول بدایونی کا رہا ان حضرات نے تقریراً تحریراً ندوہ کا بھرپور رد کیا......اور اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالی عنہ کی اس سلسلے میں ایک دو نہیں مستقل تصانیف ہیں.....''

(عرفان مذہب ومسلک)

یہ بات حقیقت ہے کہ ندوہ کی تشکیل کا ایک مقصد یہ بھی تھا کہ تمام فرقوں کے لوگ ایک میز پر آ کر بیٹھیں اور صلح کلیت کو سمجھنے کی جد و جہد کریں

صلح کلیت کا مطلب تمام فرقوں کے ساتھ مل جل کر بیٹھیں ......کلیت سے مراد باطل فرقے ہیں گنہگار افراد مومن نہیں اب اگر کوئی انسان کسی گنہگار کے پاس بیٹھتا اٹھتا ہے تو یہ صلح کلیت نہیں.......صلح کلیت کے بہت سے نمونے ہیں جو ذیل میں درج کئے جا رہے ہیں ان میں سے چند یہ ہیں

الف......صلح کلیت کی سب سے اہم اور بڑی علامت یہ ہے کہ کسی مسلک اور مذہب کے تشخص اور اس کی امتیازی شناخت ختم کر دی جائے کیوں کہ کسی بھی شئی کی شناخت صرف اور صرف شناخت اور علامت سے ہوا کرتی ہے، جب یہ علامت ہی نہ رہے گی، تو ظاہر ہے وہ مسلک گم ہو کر رہ جائیگا۔ **ہماری سمجھ میں یہ نہیں آتا کہ اس قدر موٹی بات سمجھ میں کیوں نہیں آتی ؟ جب کے اس کے لیے نہ زیادہ فکر کی ضرورت ہوتی ہے اور نہ**

ہی تدبر کی ......اس سے یہی پتہ چلتا ہے نہ انہیں سمجھنا ہے اور نہ ہی وہ اسے سمجھنے کی کوشش کررہا ہے، بس ان کے سامنے ایک مقصد ہے جس کے سہارے وہ اپنے کارواں کو لے کر ماضی کے طرف رواں دواں ہے، جوفرد ادارہ یا تنظیم اس قسم کے رویہ سے دوچار ہے۔اسے اگر صلح کلیت کا فروغ دینے والا فرد ادارہ یا فروغ دینے والی تنظیم کہا جائے، تو اس میں کسی طرح کا کوئی حرج نہیں ۔کیوں کہ صلح کلیت کی اس کی طرف نہ نسبت کی جارہی ہے اور نہ ہی اس نسبت کی حاجت ہے بلکہ خود اس کا رویہ اس کی وضاحت کررہا ہے ...... یہ عجیب حال ہے کہ بات ان کی سمجھ میں نہیں آرہی ہے کہ تشخص کو مٹانا اتنا آسان نہیں آخر آپ کہاں تک مٹائیں گے؟ اس کا تو سلسلہ چلتا رہے گا......چلیے آپ نے ''مسلک اعلیٰ حضرت'' کو مٹادیا، ہندوستان میں مسلک اہلسنّت کا اس کے علاوہ کوئی اور تشخص نہیں ......اب رہی بات فکر ولی اللٰہی کی ......مسلک علامہ فضل حق یا علامہ فضل رسول بدایونی کی یا مسلک خیر آبادکی.....اس بابت ہماری معلومات یہی ہے کہ ان میں سے کسی ایک کے مسلک کو بھی ''علامت یا نشان امتیاز'' کا درجہ حاصل نہ رہا ہے ..... ہاں کسی دور میں، تقلید شخصی، محبت حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالی عنہ، اشعری، ماتریدی، مسح علی الخف کی اباحت اور حب ختنین کو علامت کے طور پر استعمال کیا گیا تو کیا یہ سارے تشخصات مٹادیئے جائیں؟ اگر ہاں ! تو آپ کا مسلک کہاں جائیگا؟ اور اس کی حیثیت کیا رہے گی؟ کیا وہ برقرار رہے گا یا ختم ہوجائیگا؟ اور اگر اس کا جواب نہیں میں دیا جاتا ہے اور یقیناً اس کا جواب نہیں ہی میں دیا جائے کہ یہی بہتر اور مناسب ہے تو اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہ تشخصات کسی وجہ سے ختم نہ کئے گئے؟ **تو پھر مسلک اعلی حضرت کا تشخص کیوں ختم کیا جارہا ہے؟ اس کے جائز ہونے کی کوئی دلیل آپ کے پاس ہے؟ یہ نظریاتی صلح کلیت ہے، جو عملیاتی صلح کلیت سے کہیں زیادہ نقصان دہ ہے۔ یہ صرف ہمارا ماننا نہیں ہے بلکہ تمام دانشوروں کا اس پر اتفاق ہے۔**

ب ......تقریباً سات سو علمائے اہل سنت نے ''مسلکِ اعلیٰ حضرت'' کو''امتیاز اہلسنّت'' مانا ہے اور اپنی تائیدات سے اسے سنوارا ہے جو چار سو صفحات پر مشتمل امتیاز اہلسنّت یعنی مسلک اعلیٰ حضرت کے نام چھپ چکا ہے، پورے برصغیر ہندو پاک میں اس کتاب کی دھوم ہے، اس کی مقبولیت کا اندازہ اس بات سے کیا جاسکتا ہے کہ ایک سال کے اندر اس کے چار ایڈیشن منظر عام پر آچکے ہیں اور بہت جلد پانچواں ایڈیشن پانچ سو صفحات پر مشتمل پریس میں جانے کے لیے تیار ہے۔'عرفان مذہب ومسلک'' ''امتیاز اہلسنّت'' ہی کے خوف کی بدصورت تصویر ہے اور جب تک آپ جیسے لوگ حقانیت وصداقت کی روشنی میں نہیں آجاتے اور سچائی کا دامن مضبوطی سے نہیں پکڑ لیتے اس وقت تک خوف کے بھیانک سائے آپ کے تعقب میں رہیں گے۔ ہاں بات چل رہی تھی مسلک اعلیٰ حضرت کو علمائے عصر نے بھی امتیاز مانا ہے۔ مفتی محمد اختر حسین نے اصول وقواعد اور معتبر حوالوں سے اسے مزین کیا ہے۔ اس کی تائید کرنے والوں میں ہر ادارہ کے مدرسین شامل ہیں اور خود فرزندان اشرفیہ بھی کثیر تعداد میں شامل ہیں۔ ہندوستان کے اداروں میں جامعہ اشرفیہ واحد ادارہ ہے، جو فتویٰ کی تائید سے انکار کرتا آرہا ہے۔ اس سے بھی مسلک اعلیٰ حضرت کے حوالے سے جامعہ اشرفیہ کی نیت کا پتہ چلتا ہے ......اس کے پیچھے ان کا کیا مقصد ہے؟ اس بات کو بہتر جانتے ہیں اگر کوئی دینی یا شرعی مصلحت ہے تو اسے پیش کردینی چاہیے۔ مگر اب ایسی کوئی مصلحت سامنے نہیں آئی ہے آپ خود ہی بتائیے اس رویہ کو کیا کہا جائے کیا؟ اس سے دلوں کو سرور اور آنکھوں کو نور ملیگا؟ یا پھر یہ رویہ فکر وشعور کی رو کہیں اور لے جائے گا؟ کہاں لے جائے گا؟ یہ بات واضح ہے اور ہم یہ کہنے پر مجبور ہونگے کہ جو صورت ''الف'' کی ہے وہی صورت ''ب'' کی ہوگی اس اظہار کے لیے کسی ثبوت شرعی کی ضرورت نہیں ہے

ج .....مسلکِ اہلسنّت اور مسلک اعلیٰ حضرت میں لزوم پایا جاتا ہے اور یہ لزوم دور حاضر

کے حالات اور تقاضوں نے پیدا کیا ہے یہی لزوم اس بات کو ثابت کر رہا ہے کہ مسلک اہلسنّت کو سمجھنے کے لیے مسلک اعلیٰ حضرت کو وژن بنانا ہوگا اگر یہ وژن ختم ہو جاتا ہے یا اسے مٹا دیا جاتا ہے، تو مسلک اہلسنّت بھی ہاتھ سے جاتا رہے گا اور پاؤں تلے سے زمین کھسک جائیگی، جس کے نتیجہ میں آپ کے ہاتھوں میں ''سواد اعظم'' تو بہت دور کی بات ہے ''جماعتی برکتیں'' بھی نہ رہیں گی اس لیے ہم یہ کہنے میں حق بجانب ہیں کہ ''خیر آبادیات'' **تحریک فضل حق اور تحریک اسلاف شناسی'' سے معلومات میں اضافہ تو ہوگا ذہنوں کے کینوس میں کشادگی تو آجائیگی مگر اس سے نہ جمالیات آسکتی ہے اور نہ ہی اس سے رعنائی نمایاں ہوگی اور نہ ہی شگفتگی آسکتی ہے۔** آپ کا یہ سفر صحراؤں کا سفر ثابت ہوگا منزل ملے یا نہ ملے اس بات پر یقین کرنا حماقت ہے نادانی ہے

د......اس طرح کا رویہ جس کے بطن سے ''صلح کلیت'' کی تحریک کا شائبہ ہوتا ہے خواہ یہ تحریک اجمالی طور پر نمود پائے یا صریح انداز میں اس کا اظہار ہوا گر یہ رویہ کسی فرد کا ہوتا ہے تو اس کی طرف ''صلح کلیت'' کے اظہار و نسبت میں کوئی قباحت نہیں اور اگر کسی ادارہ یا تنظیم کی جانب سے یہ رویہ ظہور میں آتا ہے جب بھی یہ نسبت جائز ہے

یہ وہ بھیانک صورت حال ہے جس سے ہماری جماعت میں انتشار پیدا ہو گیا اور جب جماعت متأثر ہوتی ہے تو انفرادیت بھی سموم زدہ ہو جاتی ہے۔ اس بھیانک صورت حال کا سہرا کس کے سر بندھے گا؟ ہمارے یا آپ کے؟ یہ سوال ایک چبھتا ہوا سوال ہے **اگر عرفان ذوق سلامت ہوتا تو یہ صورت حال پیدا نہ ہوتی** .....نہ یہ رویہ نمود پذیر ہوتا اور نہ ہی سفید دامن پر کوئی دھبہ آتا **اس پر غور وفکر کی ضرورت ہے متانت و سنجیدگی سے کام لیجئے شاید صحیح عرفاں ہاتھ آجائے۔**

جہاں تک دعوتِ اسلامی اور سن دعوت اسلامی کی بات ہے اس سلسلے میں عرض ہے۔ ان دونوں کا دامن بھی صاف نہیں ہے اور نہ ہی دودھ سے دھلا ہوا ہے۔ ان کے

روپے بھی مشکوک ہیں اور ان کے کردار و عمل کے دائرے کس قدر گھنونے ہیں اس بارے میں ان سے پوچھئے جو اس دائرے سے نکل کر کھلی اور صاف ستھری فضا میں سانس لے رہے ہیں آپ نے ان کی وکالت ضرور کی مگر اس وکالت کے قبل آپ کو اس بات پر بھی غور کرنا چاہئیے

(۱)..... **ان دونوں جماعتوں سے علمائے اہلسنّت کا ایک بہت بڑا طبقہ بیزار ہے اور ان کی کسی مجلس میں شرکت کو اپنے لیے سم قاتل تصور کرتا ہے**۔ آخر اس کی کچھ تو وجہ ہوگی؟ کچھ تو سبب ہوگا؟

(۲) ......ایک غیر جانب دار مفکر پر لازم تھا کہ وہ دونوں طرف اپنے فکری توازن کو برقرار رکھتا اور علماء کرام کے کردار و عمل کے دیکھتے ہوئے انہیں کو نمونۂ عمل قرار دیتا اس لیے کہ ہر دور میں عالموں کے عمل پر ہی شخصیت کی تعمیر ہوئی ہے۔ کسی بھی دور میں غیر عالم کے رویوں کو وہ مقام اور منصب عطا نہ کیا گیا جو اس دور میں دیا جا رہا ہے ہم اسے کیا کہیں؟ قرب قیامت کی علامت یا **پھر پڑھے لکھے انسانوں کا غیر متوازن اور غیر متوازی انداز روش؟**

(۳) ...... **ان دونوں جماعتوں کے رویوں سے یہی اندازہ ہوتا ہے کہ اس کا آئیڈیل خود تبلیغی جماعت ہے**۔ کیا آپ نے کبھی ان سے اس بات کی تحقیق کی؟ کہ آپ نے یہ آئیڈیل کیوں اپنایا اس کے پس پردہ آپ کا کیا مقصد ہے؟ نہ آپ نے پوچھا اور نہ انہوں نے بتایا یہ سہما سہما ہوا رویہ کب تک رہے گا؟ اس طلسماتی خول سے باہر نکلنا ہوگا ورنہ موافق آب و ہوا کے دستیاب ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ **یہی وجہ ہے مذہب و مسلک کے حوالہ سے عرفاں تو حاصل ہوا مگر صحیح عرفاں جو فضل رب ہے اس سے محروم ہو گئے**۔

(۴)...... **ایسا دیکھا گیا ہے دعوت اسلامی کے لوگ اپنی کسی بھی مجلس کو "معراج**

النبی صلی اللہ علیہ وسلم‘‘ ’’عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم‘‘، رحمۃ للعلمین صلی اللہ علیہ وسلم‘‘ اور ’’خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم‘‘ کے نام سے منسوب نہیں کرتے۔اس لیے کہ یہ وہ مسائل ہیں، جن پر ہمارا اوران کا اختلاف ہے اور ایسا بھی سنا گیا ہے مسلک اعلی حضرت کے نام اور شناخت کو مٹانے والے کبھی کبھی اپنے جلسوں میں کھڑے ہوکر سلام نہیں پڑھتے ......ہم پوچھنا چاہتے ہیں اس رویہ کو آپ کس خانے میں رکھتے ہیں؟ احقاق حق میں یا ابطال باطل میں .....احقاق حق کے درجہ میں رکھنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا ہے کہ یہ احقاق حق نہیں بلکہ کتمان حق ہے۔ جہاں تک ابطال باطل کا معاملہ ہے تو ہم اسے اس کے درجہ میں نہیں رکھ سکتے ہیں کہ اس کی وجہ سے ان کے ایمان پر ضرب آتی ہے۔ہاں یہ بات مسلم ہے کہ اس رویہ سے باطل فرقوں سے دوستی اوران کی رورعایت مترشح ہوتی ہے۔اب آپ خود ہی فیصلہ فرمالیں، جو جماعت اشاروں، کنایوں میں بھی رد کو پسند نہیں کرتی اس کے بارے میں اگر ’’صلح کلیت‘‘ جیسا لفظ استعمال کیا جائے تو اس میں کون سی قباحت ہے؟

(۵)......آپ نے ’’صلح کلیت‘‘ کی نسبت سے ناراض ہوکر جو سوالات قائم کیے ہیں کیا مذکورہ رویوں کے پیش نظر آپ کا یہ سوالات قائم کرنا درست ہے؟ ہاں اگر کوئی جدید نسبت قائم کی جاتی تو آپ کا سوال کرنا مناسب تھا مگر یہاں تو یہ نسبت خود ان کے رویوں نے اجاگر کردی اس میں ہمارا یا کسی اور کا کیا قصور ہے؟ دن کو دن کہنا یا رات کو رات کہنے میں کسی ثبوت یا شرعی گواہوں کی ضرورت نہیں ہوتی ہے اور جہاں اس کی ضرورت پیش آئیگی اسے بھی پیش کر دیا جائے گا

مسلک اعلی حضرت کیا ہے؟

مسلک اعلی حضرت کیا ہے؟ اب اسے بتانے کی ضرورت نہیں ہے کہ جس فکر رضا کے سہارے آپ کی عمر گزری ہے اور جس ماحول میں آپ نے پرورش پائی ہے اس سے تو یہی ثابت ہوتا ہے کہ مسلک اعلی حضرت کے تعلق سے آپ کو پوری جانکاری ہے۔

اس لیے بھی جانکاری ہوگی کہ **الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور کے دستور ہی میں ''مسلکِ اعلیٰ حضرت''** کی بات کہی گئی ہے اور اس بات سے **بھی انکار نہیں کہ فرزندان اشرفیہ نے فکر رضا کی اشاعت میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا ہے**......اب ہمارا سوال ہے کیا اس وقت کسی نے آپ کی طرف انگلی اُٹھائی ہے؟ یا کسی نے اپنی کسی تشویش کا اظہار کیا ہے؟ ہمارے خیال میں اس کا جواب نفی ہی میں ہوگا......کیا اس پر آپ غور کر رہے ہیں کہ اب انگلی کیوں اُٹھ رہی ہے؟ اور پوری جماعت کو کچھ رویوں کے سبب تشویش کیوں لاحق ہے؟ **کاش اگر آج حضور حافظ ملت بقید حیات ہوتے تو جو تشویش ہم سب کو لاحق ہے، وہی تشویش انہیں بھی لاحق ہوتی**؟ اس لیے کہ یہ رویہ نظر انداز کیے جانے کے لائق نہیں ہے۔

اب جگر تھام کر بیٹھئے میری باری ہے

مصباحی ! آپ نے **''مسلک اعلیٰ حضرت''** کو کہیں **''فرضی مسلک''** کہا ہے اور ایک مقام پر آپ کے قلم سے **''مزعومہ مسلک''** رقم ہو گیا ہے اور جس مقام اور جس صفحہ پر یہ دونوں الفاظ مرقوم ہیں وہاں آپ نہایت ہی شدید جذبات کے رو میں بہہ گئے ہیں خیر یہ آپ کا اپنا مزاج ہے، کہاں آپ نرم روی سے کام لیتے ہیں اور کہاں جذباتی ہوتے ہیں......مگر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ایک ثقہ راوی کے حوالہ سے فلاں صاحب کے قول کو ''مسلک'' سے تعبیر کر دیا ہے کیا یہ تعبیر درست ہے؟ کیا مسلک کے لیے صرف ایک قول کا ہونا ہی کافی ہے کیا یہی آپ کے نزدیک مسلک ہے؟ چلیے ہم نے فرض کر لیا کہ ہاں یہی قول مسلک ہے تو اب دوسرا یہ سوال آپ کی خدمت میں عرض ہے اس مسلک کا مسلک اعلی حضرت سے کوئی تعلق ہے یا نہیں ہے؟ اگر اسکا اس سے کوئی تعلق ہے تو اس کی کیا نوعیت ہے؟ اور اگر کوئی تعلق نہیں ہے تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ دونوں میں تضاد ہے تو اب تیسرا یہ سوال ہوتا ہے کہ اس دونوں میں سے فرضی کون ہے؟ وہ مسلک جو قول پر مشتمل ہے یا وہ جو مسلک اعلی حضرت ہے؟ یا دونوں فرضی ہیں ہمارے

خیال میں دونوں فرضی نہیں ہو سکتے۔اس لیے کہ دونوں میں تضاد ہے اور جن دو کے مابین تضاد کی کیفیت پائی جاتی ہے، دونوں بیک وقت نہ اٹھ سکتے ہیں اور نہ ہی دونوں جمع ہو سکتے ہیں۔اس لیے ان میں سے صرف ایک ہی فرضی ہوسکتا ہے، دوسرا نہیں۔اگر قول بصورت مسلک فرضی ہے تو ثابت ہوا کہ ''مسلکِ اعلیٰ حضرت'' فرضی نہیں ہے اور اگر یہ فرضی ہے تو وہ درست ہوگا.......اس سے بخوبی ثابت ہوتا ہے کہ **مسلک کے تعلق سے آپ کا عرفاں ابھی ناقص ہے نامکمل ہے اور صحیح نہیں ہے**...........اس سے آگے آپ نے فرمایا...... ''کبھی کبھی ایسا محسوس ہونے لگتا ہے کہ **بے جا تشدد بلکہ تحمق کے حامل، کچھ انتہا پسند افراد نے اپنی جہالت وحماقت اور اپنی تنگ نظری وکج روی سے اپنے دل و دماغ میں کوئی ایسا مسلک پال رکھا ہے کہ اکابر و اسلاف اہلسنّت کی ہدایات و ارشادات کو بھی وہ لائق اعتناء اور قابل عمل نہیں سمجھتے ہیں**'' اس عبارت کا تعلق کس سے ہے؟ قول بصورت مسلک سے یا پھر مسلک اعلیٰ حضرت سے؟ ان میں سے جو بھی ہو اس کا تعین فرما دیں تو آپ کا ہم پر اور ہم جیسے افراد پر زبردست احسان ہوگا کیوں؟ کہ اس تعین سے آپ کو بھی نجات حاصل ہوگی اور بھی اس کتابچہ میں کیسا اندھیرا ہے اور کیسی ظلمت ہے کہ ہاتھ پڑے بھی دکھائی نہیں دیتے ہیں۔**کیا اسی ظلمت کا نام ''عرفاں'' ہے؟ تو پھر یہ عرفاں آپ ہی کو مبارک ہو ہمیں ایسے عرفاں کی ضرورت نہیں ہے۔**

غیر دانش مندانہ رویہ

ثقہ راوی کے ذریعہ جس فلاں صاحب کی بات آپ تک پہونچی ہے یہ بات غلط ہے اسی لیے موصوف کو غصہ آ گیا اور آنا بھی چاہیئے کہ یہ انسانی فطرت کا تقاضہ ہے لیکن ہمارا خیال یہ ہے کہ اس پر غصہ ہونے کے بجائے اس فلاں صاحب سے رابطہ قائم کرنا چاہیئے کہ کیا واقعی انہوں نے یہ بات کہی ہے؟ کیا ایسا نہیں ہوسکتا ہے؟ کہ جس راوی کو آپ ثقہ کہہ رہے ہیں اس کے اور فلاں کے مابین کوئی رنجش رہی ہو اسی لیے اس

نے یہ غلط بات آپ سے بتائی ہو فلاں جو بھی ہے اسے آپ ضرور جانتے ہیں اسی لیے آپ نے اس کا نام نہیں لیا اور یہ بھی ہوسکتا ہے یہ فلاں آپ کا قریبی ہو کہ آپ انہیں چھپانے کی کوشش کرر ہے ہیں اور انہیں ذلت ورسوائی سے آپ بچار ہے ہیں......اور اگر بات ایسی ہی ہے تو کسی حد تک یہ بھی امکان ہے کہ خود یہ روایت موضوع ہو......من گڑھت ہو.....جس کے ذریعہ آپ مسلک اعلی حضرت کو مشکوک کرنے کی کوشش نا کام کرر ہے ہیں......کہاں چڑھتا ہوا سورج اور چوتھے آسماں پر چمکتا ہوا چاند اور پاؤں تلے کا یہ گرد وغبار؟ کیا اس سے مسلک اعلی حضرت مجروح ہوگا؟ یا اس سے اس کی تابانی اور رعنائی پر کوئی فرق آئیگا؟ نہیں ہرگز نہیں اور اگر یہ روایت من گڑھت نہیں ہے تو بتایئے وہ فلاں کون ہے؟ اور ان کا نام پتہ کیا ہے؟ کیا وہ کم پڑھا لکھا ہے؟ یا وہ صاحب منصب عالم ہے اگر وہ کم پڑھا لکھا انساں ہے تو مجھے زبردست افسوس ہے، اس کے قول کو آپ نے مسلک کیسے لکھ دیا؟ **اور اگر وہ صاحب منصب عالم ہے، تو یہ ضرور جھوٹ ہے اور بہتان وافترا ہے کہ کوئی صاحب منصب عالم دین اس طرح کی بات نہیں کرسکتا ہے**......اور اگر واقعی وہ عالم ہے تو اس کا مطلب یہ کہ وہ غلط فہمی کا شکار ہے جس کا ازالہ کرنا آپ کی مذہبی اور منصبی ذمہ داری تھی......اس کے باوجود آپ خاموش رہے آخر کیوں؟ ان کی اصلاح کرتے ایک عالم ہونے کی حیثیت سے......ایک صحافی ہونے کی حیثیت سے ....اور ایک سماجی کارکن کی حیثیت سے ....ان کی اصلاح تو کرنے سے رہے **ہاں آپ کو اصلاح کرنے کا خیال آیا بھی تو کس کی ؟ مسلک اعلی حضرت کی......نہیں اسے مٹانے کا خیال آیا......** یا پھر اس بات کا خیال آیا کہ ایک کے مقابل جمہور علماء کی اصلاح کی جائے...... پورے رضوی سماج اور معاشرہ کی اصلاح کی جائے......**خیال تو بہت ہی اچھا اور بہت ہی بلند وبالا ہے۔ مگر اصلاح کا انداز نہایت ہی گھٹیا ہے، گھنونا ہے۔** اس طرح سے کہیں اصلاحی امور انجام دیئے جاتے ہیں، اس

کے لیے تو بڑی ہی سنجیدگی اور متانت و نرم روی کی ضرورت محسوس ہوتی ہے وہ اور ہی لوگ ہوتے ہیں جو اصلاح کا بیڑہ اُٹھائے ہوئے ہیں ...... ہاں آپ جس راہ پر چل رہے ہیں، اس طرح سے پانی میں آگ لگائی جاتی ہے یا پھر برفیلی چٹانوں کو سلگایا جاتا ہے۔

غیروں سے تعلقات کا مسئلہ

مسلک اعلی حضرت کو پڑھیے اور ذرا غور سے پڑھیے! اس میں ہر مشکل کا حل پایا جاتا ہے۔ اسی طرح اس میں ہر گتھی سلجھا دی گئی ہے۔ وہ کیا ہے جو مسلک اعلی حضرت میں نہیں ہے؟ یہ ایک ایسا پلیٹ فارم ہے جس میں مسلک اہلسنّت کے سارے مسائل پائے جاتے ہیں اور حالات حاضرہ کی ساری چیزیں بھی پائی جاتی ہیں۔ مگر شرط یہ ہے کہ انصاف سے کام لیا جائے اور چشم کشا انداز میں اسے دیکھا جائے **تعصب اور تنگ نظری کو اس سے الگ کر کے دیکھا جائے**، تو بدعقیدوں سے تعلق شرعی حرام ہے اور ان سے مجالست قطعی ناروا ہے کہ ان سے تعلقات قائم کرنے میں اپنا ہی نقصان ہے اور اپنے ہی ایمان کو خطرہ لاحق ہوتا ہے کہ رفتہ رفتہ مطلوبہ محبت کم ہوتی چلی جاتی ہے مسلک اعلی حضرت کی یہ تعلیم کوئی ڈھکی چھپی نہیں ہے بلکہ عام ہو چکی ہے مذہب سے جو بھی دلچسپی رکھتا ہے وہ اس بات کو بخوبی جانتا ہے سمجھتا ہے اور اس پر عمل بھی کرتا ہے

پس منظر۔ اس ردعمل کا پس منظر وہ احادیث ہیں جن میں میرے آقا و مولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے جانثاروں کو بدعتیوں اور گمراہ جماعتوں سے دوری بنائے رکھنے کی تعلیم و ترغیب دی ہے کہ ان کے ساتھ نشست و برخاست اختیار کرنے کے سبب کیا بعید؟ کہ ان کے مسموم زدہ اثرات ہم میں سرایت کر جائیں اور عشق و ایمان کی سبز و شاداب کھیتیاں ٹہنیوں کے بل زمیں دوز ہو جائیں اس سلسلہ کی کچھ حدیثیں ہم گزشتہ صفحات میں ذکر کر آئے ہیں۔ اس مقام پر بزرگوں کی چند تصریحات پیش کی جا رہی ہیں، جن کے

مطالعہ سے بصیرت حاصل ہوسکتی ہے اور سوکھے دھانوں پر شادابی آسکتی ہے۔ امام اہل سنت سیدنا اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی مختلف معتبر کتابوں کے حوالہ سے ارشاد فرماتے ہیں......

ولابن عساكر عن انس رضى الله تعالىٰ عن النبى صلى الله عليه وسلم اذا رائيتم صاحب بدعة فاكفر وفى وجهه فان الله يبغض كل مبتدع ولا يجوز احدمنهم على الصراة لكن يتهاقتون فى النار مثل الجراد والذباب — ابن عساكر

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں **جب کسی بدمذہب کو دیکھو تو اس کے روبرو ترش روئی کرو، وہ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ ہر بدمذہب کو دشمن رکھتا ہے۔** ان میں کوئی پل صراط پر گزر نہ پائے گا، بلکہ ٹکڑے ٹکڑے ہوکر آگ میں گر پڑیں گے جیسے کہ ٹڈیاں اور مکھیاں گرتی ہیں۔

(فتاویٰ رضویہ ششم، ص:۱۰۴)

غنیۃ الطالبین ص:۹۰ میں ہے......

اس میں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ غیروں سے یعنی باطل فرقوں سے کسی طرح کا تعلق رکھنا منع ہم سب کو وقال فضيل بن عياض من احب صاحب بدعة احبط الله عمله واخرج نور الايمان من قلبه و اذاعلم الله عز و جل من اجل انه مبغض لصاحب بدعته دعوت الله تعالىٰ ان يغفر ذنوبه وان قل عمله واذا رايت مبتدعا فى طريقِ فخذ طريقا آخر — حضرت فضیل بن عیاض رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا جس

نے صاحب بدعت کو پسند فرمایا اللہ تعالیٰ اس کے نیک اعمال کو اکارت کرے گا اور اس کے دل سے نور ایمان کو نکال لے گا اور اللہ تعالیٰ جب جان لیتا ہے کہ فلاں صاحب بدعت سے نفرت کرتا ہے تو مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے گناہوں کی مغفرت فرمائے گا،

جب تم کسی بدعتی کو راستہ میں دیکھو تو تم دوسرا راستہ اختیار کرو۔

کیا بزرگوں کے یہ ارشادات بھی محض اتفاق پر مبنی ہیں نہیں بلکہ یہ پس منظر اور اس کی کیفیت اس بات کی ترغیب دے رہی ہے کہ دین اسلام کو نقصان پہنچانے والی طاقتوں سے نبرد آزما ہونا چاہیے۔ ردعمل اختیار کرنا چاہیے انفرادی طریقہ پر بھی اور جماعتی نہج پر بھی۔ دوسرے اختیاری فعلوں کی مانند ردعمل بھی استعداد وصلاحیت پر مبنی ہے۔ تلوار کی طاقت ہو تو تلوار سے، قلم کی توانائی ہو تو قلم سے، زبان کی طاقت ہو تو زبان سے اور کچھ بھی نہ ہو تو دل سے نفرت کیجیے اور دل کے کسی گوشہ میں اسے پنپنے کی ہرگز اجازت نہ دی جائے۔ گمراہ فرقوں کی یہ فتنہ پروری کوئی چنگاری نہیں کہ اس سے چشم پوشی کر لی جائے بلکہ یہ وہ مہلک جراثیم ہیں جو جسم واعضا میں سرایت کر جاتے ہیں اور اچھے خاصے انسانوں کو ایڈس زدہ بنا دیتے ہیں۔ **خدا خیر کرے ایسی جماعت کا جس کے رگ وپے میں اس طرح کی بے وفائی سرایت کر جائے۔**

اشتراک عمل کی حرمت:

علمائے اہلِ سنت وجماعت کی طرف سے باطل فرقوں کا رد وابطال اور ردعمل کو مہتم بالشان کاروائی قرار دینا اس بات کا اعلان کر رہا ہے کہ قرآن واحادیث اور اکابر واسلاف کے اقوال زریں کی روشنی میں یہ کہا جا سکتا ہے بلکہ یہ واقعی صورت حال ہے کہ باطل فرقوں کے ساتھ معاملات برقرار رکھنا بہر نوع ان کی تعظیم کرنا ہے، صرف کھڑے ہو کر استقبال کرنا ہی تعظیم نہیں ہے اس کی بہت سی نوعیں ہیں جو دیکھتے ہی دیکھتے اس کی

تکمیل ہو جاتی ہے اور ہمیں اس کا احساس تک نہیں ہوتا، اس لیے ہمارے اسلاف نے اس سے منع فرمایا، اصولی اعتبار سے ہر اشتراک عمل منع اور حرام ہے۔ عمل اشتراک دو طرح سے انجام پذیر ہوتا ہے......

(۱) موالات

(۲) معاملات

موالات چونکہ ولایت سے مشتق ہے اور ولایت کا معنی دوستی، قرب اور نزدیکی ہے اس بنیاد پر موالات کی جس قدر منزلیں ہیں ان میں ولایت کے معانی ضرور ماخوذ ہوں گے اس لیے قرآن کریم اور احادیث پاک میں **موالات کو ہر کافر سے مطلق منع فرمایا گیا**۔ قرآن مقدس میں اسی کو اس طرح بیان فرمایا گیا......

> ولا ترکنوا الی الذین ظلموا فتمسکم النار۔ ظالموں کی طرف نہ جھکو کہ تمہیں آگ آلے گی۔ (پارہ ۱۲، سورہ ھود)
>
> اس سے بڑا ظالم کون ہوسکتا ہے؟ جس نے اسلام وسنیت کے خلاف ریشہ دوانیاں اختیار کیں، رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور خداوند قدوس کے برگزیدہ بندوں کی شان میں گستاخیاں کیں، نازیبا کلمات استعمال کیے اور عالم اسلام کے تمام مسلمانوں اور معمولات اہل سنت و جماعت کے جاری رکھنے پر لعن وطعن کیا۔ کیا ایسوں کے ساتھ مصالحت اختیار کی جاسکتی ہے، معاملات استوار کیے جاسکتے ہیں کوئی بھی باشعور انسان اس مصالحت کی ستائش نہیں کرسکتا ہے۔ اسی لیے ہمارے اکابر نے ان کی طرف میلان طبع کو غلط ناجائز اور حرام بتایا موالات کی حرمت تو ابدی ہے اور جہاں تک معاملات کی بات ہے یہ صرف کافروں کے ساتھ جائز ہے، مگر مرتدین کے ساتھ

قطعی جائز نہیں۔ مذکور بالا آیت کے تحت تفسیر روح البیان میں تحریر ہے- علامہ محمود آلوسی فرماتے ہیں...... لا تمیلوا الیھم ادنی میل- یعنی ان کی طرف ذرا سا بھی نہ جھکو۔

(تفسیر روح المعانی جلد ہفتم نصف ثانی، ص: ۲۳۱)

جب ظالمین ومرتدین کی طرف قدرے جھکاؤ سے جہنم کے دہکتے انگاروں میں گر پڑنے کا قوی اندیشہ ہے تو پھر ان کا کیا حال ہوگا جو انھیں کے رنگوں میں رنگ جاتے ہیں یا پھر رنگ جانے کا ارادہ دلوں میں رکھتے ہیں، یہ افسوس کا مقام ہے کہ اس طرح کے حالات ملت اور قوم کے درمیان اس وقت پیدا ہوتے ہیں جب ملت زبوں حالی کا شکار ہوتی ہے اور ضعف واضمحلال اس کا نصیب بن جاتے ہیں۔ آج کی صورت حال یہ ہے کہ افراد قوم غیروں کی طرف جھکتے ہوئے دکھائی پڑتے ہیں ان کی مجالست اور اشتراک عمل کی طرف مائل ہوتے جا رہے ہیں، انھیں اپنی ذاتی منفعت کا خیال ہے، مسلک اور ملت کا کوئی خیال نہیں، اس کا انجام کیا ہوگا، اس کا تصور تو ان کے فکر وشعور میں نہیں، اس طرح کے حالات کیا بھیانک صورت حال اختیار کرتے ہیں درج ذیل عبارت کا مطالعہ کیجیے شاید اس بارے میں کوئی ایسا احساس جاگ اُٹھے جو مردہ ضمیروں میں حیات کی رو بیدار کر دے۔

قالوا واذا كان حال الميل فى الجمله الىٰ من وجد منه ظلم ما فى الاقضا الىٰ مساس الناس النار فما ظنک يمن يميلالى الراسخين فى الظلم كل الميل، ويتهالک علىٰ مصاحبتهم ومناد منهم ويتعب قلبه وقالبه فى ادخال السرور عليهم ويستنهض الرجل والخيل فى جلب المنافع اليهم ويتبهج بالتزى بزيهم والمشاركة

فی غیھم ویمد عینیہ الی ما متعوابہ من زھرۃ الغانیہ ویغبطھم بما اوتو من القطوف الدانیہ غافلا من حقیقۃ ذالک. ذاھلا عن منتھی ما ھنا لک (روح المعانی، جلد ۷، ص:۲۴۱)

ترجمہ:- مفسرین نے فرمایا ادنی ظلم کرنے والے کی طرف کبھی کبھی تھوڑی سی توجہ کرنے کا جب یہ حال ہے کہ دوزخ کی آگ اسے چھو لے گی تو پھر تیرا کیا خیال ہے؟ اس کے بارے میں جو مکمل طور پر سخت ظالموں کی طرف توجہ کیے ہوئے ہوں، بایں طور کہ وہ ان کی مصاحبت اور مجالست میں گرا جا رہا ہے اور انھیں منافع پہنچانے میں انفرادی اور جماعتی طور پر اٹھ کھڑے ہوں، انھیں خوشی دلانے میں اپنے دل اور جسم کو مشقت میں ڈالے ہوئے ہوں ان کے لباسوں جیسا لباس پہن کر اور ان میں شرکت کر کے خوش ہو رہے ہوں اور اس بات پر چشم پوشی اختیار کر لیے ہوں کہ وہ اس کے ذریعہ کس قدر منافع کما رہے ہیں اور انھیں قابل رشک بنا رہے ہوں اس بات پر جو انھیں قبولیت کی کامیابی ملی اس طرح کا رویہ اپنانے والے اس اشتراک کی حقیقت سے غافل ہیں اور آخرت کی ہلاکتوں سے ناآشنا ہیں۔

تفسیر روح المعانی کی درج بالا عبارت اور اس کے ترجمہ پر غور کیجیے اور بتایئے کہ فرق ضالہ کے ساتھ اشتراک عمل اختیار کرنے کے نتیجہ میں کس کو کتنا فائدہ حاصل ہوا ہے؟ ہمیں یا انھیں؟ اور ٹوٹے میں کون رہا ہے؟ ہم یا وہ؟ ان سوالوں میں انہماک سے قبل یہ حقیقت بھی پیشِ نظر رہے کہ پارس پتھر سے ٹچ ہونے میں فائدہ صرف اور صرف لوہے کو ملتا ہے کہ وہ فولاد سے سونا بن جاتا ہے اور تاریکیوں میں ڈوبا ہوا اس کا چہرہ چاند کی مانند

چمکنے لگتا ہے پارس کو کیا ملتا ہے؟ **اصل میں یہی ’’راہ عمل‘‘ ہے، جس کے لیے آپ کو ’’پیغام عمل‘‘ کی تلقین دی جارہی ہے۔** ان تاریکیوں میں جو افراد سفر کررہے ہیں ان کے لیے یہ لمحہ فکر یہ ہے کہ اس سے آپ کو کیا ملے گا، بدنامی، ذلت، رسوائی، افتراق امت کا الزام، اور قوم وملت کو مضمحل کرنے کا داغ، اس کے سوا اگر آپ کے دامن تقدس میں آسماں سے موتیوں کی بارش ہوئی ہو تو بتایئے زرق برق شہروں میں تیز رفتار سواریوں میں سیر سپاٹا یہ بھی کوئی کامیابی ہے۔ **ایسی کامیابی انھیں بھی ملتی ہے جو اسکرین کے پردوں پر تھرکتے ہیں، اگر اسی کا نام کامیابی ہے تو یہ کامیابی آپ ہی کو مبارک ہو، ہم اہل زنداں کے لیے دار ورسن ہی روشن تر کامرانی ہے۔**

ایک غلط فہمی کا ازالہ:

ممکن ہے میری یہ باتیں آپ کے کانوں پہ گراں گزر رہی ہوں گی اور آپ اس غلط فہمی کے شکار بھی ہورہے ہوں گے کہ یہ تحریر دل پذیر پرائے زمانوں کی راگیں ہیں جو الاپی جارہی ہیں۔ زمانہ کی رفتار اور بدلتے ہوئے حالات سے ہمیں کوئی واقفیت ہی نہیں۔ ایسا نہیں ہے کیونکہ جس سماج ومعاشرہ میں آپ سانسیں لے رہے ہیں اسی میں میری زندگی کے لمحات بھی گزر رہے ہیں زمانہ کے تقاضوں کو ہم بھی جانتے ہیں، میڈیا کی بین الاقوامی حیثیت کا ہمیں بھی اعتراف ہے، مسلمانوں کے تئیں پوری دنیا میں غیروں کی جو سوچیں ہیں ہمیں بھی کھٹک رہی ہیں۔ اس بات میں کوئی شک نہیں یہ دور اتحاد ویگانگت کا تقاضا کررہا ہے مگر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ اتحاد کس کے مابین ہو۔ یگانگت ہونی چاہیے مگر اس کا مورد کون بن سکتا ہے؟ اس پر بھی غور کیجیے۔ مار آستین سے اتحاد بھی کوئی اتحاد ہے؟ ایسوں سے اشتراک عمل بھی کوئی اشتراک عمل ہے؟ یہی وہ منزل ہے جہاں آزادیوں کے پر کاٹ دیئے جاتے ہیں اور بڑے بڑے سورماؤں کے قدموں میں لغزشیں پیدا ہوجاتی ہیں۔ **اس موقعہ پر اگر رہنمائی کہیں سے ملتی ہے، تو وہ**

بارگاہ عالی وقار کسی اور کی نہیں ہو سکتی ہے۔ وہ تو صرف ہمارے اسلاف کی بارگاہ ہے جو سناٹوں میں بھی قیادت کی قندیلیں روشن کیے ہوئے ہیں اور اپنی مذہبی، دینی، تہذیبی سرگرمیوں کو جاری رکھے ہوئے ہیں اور وہ سرگرمی کچھ اور نہیں، اشتراک عمل کی حرمت ہے اس سے احتراز ہی ہم اہل سنت کی پہچان ہے۔

اشتراک عمل کے نقصانات:

اشتراک عمل کے حامیوں کو اشتراک عمل کی کاروائی پر خوش نہیں ہونا چاہیے۔ وہ اپنے دلوں میں اس کے سبب کچھ بھی محسوس کریں مگر اس کی اصل حقیقت یہ ہے کہ اس سے ہماری جماعت کو نقصان پہنچا اور جماعت کی شیرازہ بندی بکھر کر رہ گئی۔ جس نے بھی اس طرح کے عمل کو انجام دیا، اس نے اچھا نہ کیا، وہ جماعت کے مجرم ہیں۔ انھیں اپنے جرم کا اقرار کرنا چاہیے اور تنہائی میں بیٹھ کر اس سے واقع ہونے والے نقصانات پر غور کرنا چاہیے۔ ذیل میں نقصانات کے پہلوؤں کا ذکر کیا جا رہا ہے......

(۱) پارس پتھر- اگر فولادوں کے بیچ ہی رہنا شروع کر دے، یا زاغوں کے گھونسلوں میں شاہین اپنا بسیرا کر لے، تو اس میں پارس اور شاہین کی بدنامی ہے۔

(۲) غیروں کے ساتھ مشارکت کے نتیجہ میں بدنامی کسے ملی؟ سنی علماء کو۔

(۳) سادہ لوح مسلمانوں کے دل میں یہ ضرور خیال پیدا ہوا ہوگا، کہ اب اہل سنت کا شیرازہ بکھر گیا اور جماعتی نظام میں دراڑ پیدا ہو گیا۔

(۴) مذکور بالا خیال کا آنا کوئی غلط بات نہ ہوگی، کیونکہ آج آپ جیسے چند غیر محتاط علماء کے غیر فکری رویوں کے سبب ملت میں افتراق پیدا ہو گیا ہے اور اس میں دن بدن آپ جیسے حضرات اضافہ ہی کر رہے ہیں۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ اس کام کے لیے کسی نے ٹھیکا دے رکھا ہے۔

(۵) ہم اہلِ سنت اندرونی طور پر کرب و اضطراب میں مبتلا ہوئے۔

قوم وملت کے حق میں کیا یہ نقصانات کم ہیں؟ کیا یہ نظرانداز کیے جانے کے لائق ہیں؟ اگر آپ حضرات کے دلوں میں ملت کا درد ہے تو آپ کا فیصلہ بھی یہی ہوگا کہ یہ نقصانات بہت زیادہ مضر ہیں۔ کسی بھی صورت میں ان خطرات سے پہلوتہی نہیں کرنی چاہیے۔ میں مانتا ہوں اشتراک عمل کے دلدادگان، دانشور ہیں، صاحب بصیرت ہیں اور دورِ حاضر کے جدید تقاضوں سے آشنا ہیں۔ مگر اس کا مطلب یہ تو نہیں کہ آپ ایسے کارناموں کو انجام دیں، جنسے جماعتی عزت وآبرو نیلام ہو جائے، کہنے والوں نے بڑی اچھی اور شاندار بات کہی ہے:

> والعاقل وان كان واثقا بقوته و فضله لا ينبغي ان يحمله ذالک علی ان يخلب العداوة علی نفسه اتكالا علی ما عنده من الرای والقوة كما انه ان كان عنده الترياق لا ينبغي له ان يشرب السم، اتكالا علی ما عنده.
>
> (منثورات، ص:۱۷)
>
> دانشوراگر چہ اپنی رائے اور قوت فکر پر بھروسہ کرے مگر ان کے لیے مناسب نہیں کہ وہ اپنی رائے کے ذریعہ عداوت کو اپنے لیے پسند کرے، اپنی رائے اور سوجھ بوجھ پر بھروسہ کرتے ہوئے، جس طرح اگر کسی کے پاس تریاق زہر ہو کیا وہ اس پر بھروسہ کرتے ہوئے زہر پیئے گا۔

آج یہی ہو رہا ہے۔ جدید یئے اپنی دانشوری اور فکر وبصیرت پر ناز کرتے ہوئے ایسے ہی کارنامے انجام دے رہے ہیں جن کی وجہ سے افرادی قوتوں کو بھی نقصان ہوا اور جماعتی نظام بھی تلملا اُٹھا۔ یہ صرف سنی سنائی بات نہیں آج جماعت اہل سنت کے سامنے جو مشکلات کھڑی ہیں، سبھی حضرات اپنے ماتھے کی آنکھوں سے دیکھ

رہے ہیں کہ آج جماعت مختلف خانوں میں بٹی ہوئی ہے اور چاند ماری کا سلسلہ بھی دراز ہوتا جارہا ہے۔ اکابر اہل سنت سے انحراف کا جذبہ وہ آتش فشاں ثابت ہوا جس سے تن من میں آگ لگ گئی۔ کیا اسی کا نام دانشوری ہے؟ اور اسی کو فکر وتدبیر کا نام دیا جارہا ہے اور توضیحات وہدایات کا نام دیا جارہا ہے۔ وہ کیسے تھے، جنھوں نے خون پسینہ ایک کر کے شاہراہ حیات کو سنوارا تھا اور نجات کے راستہ کو صاف وشفاف کیا تھا؟ مگر آج اسے دھندلا کرنے کی کوشش کی جارہی ہے اور اس کوشش کرنے والوں میں آپ کی حیثیت میر کارواں کی ہے۔ افسوس صد افسوس۔

ایک غلط روایت کی ابتدا:

اسلام وسنیت فقہی علوم کے تناظر میں اشتراک عمل کی کوئی حیثیت نہیں، یہاں مطلق اشتراک عمل مراد نہیں بلکہ وہ اشتراک عمل مراد ہے، جو فرق باطلہ، ضالہ کی مجالست پر مشتمل ہوا کرتا ہے۔ اس کا وجود قبیح وجود ہے۔ اس بنیاد پر اس کی جس قدر بھی مذمت کی جائے کم ہے۔ یاران نکتہ داں نے بہت کچھ سوچ سمجھ کر یہ گتھی الجھائی ہے۔ سرِ دست یہ اگر چہ اپنے ابتدائی وجود میں صرف ایک اشتراک عمل ہے، مگر اسے روایت کی شکل دینے کی تیاری چل رہی ہے۔ اکابر واسلاف کے نظریوں سے انحراف کسی بھی معتبر شخصیت کی طرف مسلک کی نسبت سے انکار، حدیث افتراق امت کی توضیح وتشریح سے غلط تاثر ڈالنے کی کوشش، موجودہ دور کے علمائے کرام کی شخصیت پر غیر مثبت انداز میں تنقیدوں کی بوچھار، یہ تمام کوششیں اسی غلط روایت کے ناتواں جسم میں تاب وتوانائی پیدا کرنے کے لیے کی جارہی ہیں۔ روایت میں سرعت وتیز رفتاری نہیں ہوتی ہے، وہ نہایت ہی آہستہ روی سے اپنے کاموں کو انجام دیتی ہے۔ یکے بعد دیگرے اشتراک عمل کو اپنانے کے سبب ہی روایت زندہ ہوتی ہے اور اسی کی بار بار کوششیں کی جارہی ہیں، تسلسل کا یہ عمل کیا روپ اختیار کرے گا؟ اس کا احساس بہت ہی بعد میں ہوگا۔ اسی

اشتراک عمل کے سبب دلوں میں کدورت اور ذہنوں میں کچھ ایسی بغاوت پھیل گئی کہ اشتراک عمل کو فرضی بنیادوں پر قائم کیا جارہا ہے۔صرف یہی نہیں بلکہ اس سے فتنہ وفساد کے بہت سے دریچے کھل جائیں گے اور پھر انسانی جماعتیں کرب واضطراب میں مبتلا ہوجائیں گی۔

یہ روایت غیر شرعی اور بدعت قبیحہ ہے۔تمام مسلمانوں کو اس سے دور بھاگنا چاہیے یہی اسلام کا فیصلہ ہے اور اکابرین اسلام کا نظریہ وعمل بھی کسی بھی دور میں اسے جائز نہیں کہا گیا ہے۔اگر کبھی کسی صورت میں مجبوری کی حالت میں جائز تصور کیا گیا تو اس سے متعلق واقعہ یا طرز عمل کو مقیس علیہ نہیں بنایا جاسکتا ہے۔بلکہ ضرورت وحاجت کے تقاضوں کو پیش نظر رکھتے ہوئے اس پر غور وخوض کیا جاسکتا ہے مگر دورِ حاضر میں اشتراک عمل کو جس حیثیت سے انجام دیا جارہا ہے اسے ضرورت وحاجت کے دائرہ میں لانا جوئے شیر جاری کرنے کے مترادف ہوگا۔اگر یارانِ نکتہ داں کے دلوں میں اشتراک عمل کا لاوا پک رہا تھا،تو پہلے اسے بحث کی میز پر لانا چاہیے تھا،ایسا نہ کر کے انھوں نے خود ثابت کر دیا کہ یہاں ضرورت وحاجت نہیں۔کیونکہ اس کا تعلق انفرادیت سے نہیں بلکہ اجتماعی زندگی سے ہوتا ہے،مگر یہاں کچھ ایسا معاملہ انجام دیا گیا جس کی وجہ سے انفرادیت،اجتماعیت پر ترجیح پا گئی اور اس بارے میں علماے اہل سنت سے بھی رابطہ قائم نہیں کیا گیا۔اجتماعیت سے چشم پوشی،انفرادیت کو تابانیوں سے ہمکنار کرنا میں سمجھتا ہوں یہ بھی ایک قسم کی رعونت،تکبر اور غرور ہے اور شیطانی وسوسوں کا اظہار ہے،قبیح کی قباحت کو تسلیم نہ کرنا،بلکہ اس کی مدح سرائی میں زبان وقلم کا استعمال کرنا،غلط روی ہے جس سے منزلیں دور تو ہوسکتی ہیں نزدیک نہیں آسکتیں۔لہٰذا یہ ایک روشن حقیقت ہے کہ اشتراک عمل بر بنائے زینت ہے،ضرورت وحاجت نہیں،یہ نظریہ بالکل صحیح اور درست ہے۔ضرورت وحاجت کو اس قدر ارزاں نہ کیجیے کہ ہر طرح کے امور ضرورت وحاجت

کے دائرہ میں آ جائیں اور علم فقہ کی یہ دونوں اصطلاحیں اپنی معنویت کھو بیٹھیں۔ اشتراک عمل کا اگر یہی تسلسل اسی طرح چلتا رہا تو جدت طرازیوں سے یہ کوئی بعید نہیں کہ دونوں اصطلاحوں کو داؤں پر لگا دیں۔

اشتراک عمل مقاصد شرع کے تناظر میں:

ضرورت وحاجت فقہی اصطلاحیں ہیں اور اس کے مواقع استعمال بھی، علم فقہ میں بیان کر دیئے گئے ہیں۔ اس سے آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ ضرورت وحاجت کا وہی معنی مراد لیا جائے گا، جسے علم فقہ نے متعین کیا اور اس کے مواقع استعمال بھی فقہی تناظر میں متعین کیے جائیں گے، ایسا نہیں ہے کہ عام ضرورت ہی فقہی ضرورت ہے اور جہاں چاہیں اس کا استعمال کریں اگر ایسا کیا جائے گا تو حدود شریعت پائمال ہو جائیں گے اور ہر حرام چیز اباحت کے درجہ میں آ جائے گی۔ کیونکہ اس زندگی میں کوئی ایسی چیز نہیں، جس کی ضرورت نہ ہو اور اس کی حاجت نہ ہو۔ مقاصد شرع کل پانچ ہیں......

(۱) تحفظ دین (۲) تحفظ عقل (۳) تحفظ نسل (۴) تحفظ نفس (۵) تحفظ مال۔

اب غیروں کے ساتھ اشتراک عمل کو مقاصد شرع کے تناظر میں دیکھئے اور غور کیجیے کہ اس سے کس کی حفاظت ہو رہی ہے، دین کی یا عقل، نسل کی یا نفس کی یا پھر مال کی۔ اگر دل میں انصاف و دیانت کی تھوڑی سی بھی رمق باقی ہے تو آپ کے ضمیر کی یہی آواز ہوگی کہ اشتراک عمل کا ان مقاصد شرع میں سے کسی مقصد سے کوئی تعلق نہیں اشتراک عمل اگر ان میں سے کسی بھی مقصد شرع کا موقوف علیہ ہوتا تو اسے ضرورت کے مرتبہ میں رکھا جاتا، اور اگر اشتراک عمل کے ترک کرنے میں کسی دشواری یا مشقت یا پھر کسی ضرر وحرج کا ظن غالب ہوتا، تو اسے حاجت کے روپ میں دیکھا جاتا، یہاں ان میں سے کوئی بھی نہیں، اس لیے اسے ضرورت وحاجت کے رتبہ میں نہیں رکھا جا سکتا ہے۔ اب یہ دیکھئے کہ اس سے کیا فائدہ حاصل ہو رہا ہے؟ اگر فائدہ ہو رہا ہے تو کسے؟ دین کو یا

عقل کو، نفس کو یا پھر مال کو اور یہ بھی دیکھنا ہے کہ یہ فائدہ شریعت کی رو سے مقصود ہے یا نہیں، اگر مقصود ہے تو یہ زینت ہے، میرے خیال میں یہ فوائد مقصودہ میں سے نہیں ہو سکتا ہے، جیسا کہ ہم بیان کر آئے ہیں، فوائد مقصودہ نہ ہونے اور حدود شریعت کی پائمالی کی وجہ سے یہ اشتراک عمل فضول و بکواس ہے۔ کوئی بھی باشعور انسان اس کی طرف نظر اُٹھا کر نہیں دیکھ سکتا۔ اس بنیاد پر کہا جا سکتا ہے کہ اشتراک عمل کی کوئی شرعی حیثیت نہیں، یہ نفس پرستی اور ذاتی منفعت کے سبب قوم وملت اور دین و مذہب کو نظر انداز کرنے کے مترادف ہے۔ اب تک تمام علمائے اہل سنت کا یہی فیصلہ رہا ہے۔

استثنائی صورتیں:

ہمارے علمائے کرام زمانہ کے جدید تقاضوں سے خوب واقف ہیں، مبتدعین کی مجالست و مشارکت کہاں جائز ہے اور کہاں جائز نہیں، اصولی انداز میں اسے بھی خوب جانتے ہیں۔ مولانا فیضان المصطفیٰ صاحب امجدی اس کی وضاحت کرتے ہوئے بیان کرتے ہیں، ملاحظہ فرمائیں......

(۱) ردومناظرہ کی مجالست

(۲) مصالحہ شرعیہ کی وہ صورتیں جن میں صرف اہل حق کی قیادت ہو اور انھیں کو عملاً غلبہ حاصل ہو۔

(۳) مصالحہ شرعیہ کی وہ صورتیں جن میں اگر چہ قیادت مشترک ہو، مگر شرکت کرنے والے اہل حق موثر شخصیت کے حامل ہوں، جن کے آگے گمراہ فرقے سر ابھارنے کی جرأت نہ کر سکیں اور نہ کارنامہ اپنے نام ریز رو کریں۔

(۴) وہ ضرورت شرعیہ جو بے اشتراک عمل پوری نہ ہو سکے۔

(۵) وہ ضرورت شرعیہ یا مصلحت شرعیہ جس میں اشتراک نہ ہو تو ہر بد مذہبوں کو قوت حاصل ہونا مظنون ہو۔

لیکن ان تمام استثنائی صورتوں میں ایک شرط مشترک یہ ہے کہ موالات کا کوئی عمل نہ کیا جائے، اور نہ ہی بد مذہبوں کی کسی طرح کوئی تعظیم وتوقیر پائی جائے۔

اشتراک عمل اور اہلِ سنت وجماعت کا موقف:

دورِ حاضر میں اشتراک عمل کے داعیوں میں سے کسی کی بھی اس طرح کی مجلسوں میں شرکت، صرف براہ نفسانیت ہے یا بر بنائے حصول شہرت ہے۔ ملت کو ایسے ناخداؤں کے خرد برد سے بچانا ضروری ہے۔ دوسرے فتنوں کی طرح اشتراک عمل بھی ایک فتنہ کے روپ میں ظاہر ہو چکا ہے، اس کے دفاع کے لیے ہمارے علمائے اہل سنت کو میدان میں آنا ہوگا، ورنہ مسلکی نظام درہم برہم ہو کر رہ جائے گا اور تکثیری معاملات میں اس طرح کھو جائے گا کہ اس کا تشخص اور اس کی انفرادیت ہی سرے سے ختم ہو جائے گی۔ یہ ذمہ داری علمائے کرام پر عائد ہوتی ہے، جو مدارس ومکاتب یا خانقاہیں اس کی پشت پنائی کر رہی ہیں، انہیں اپنا احتساب کرنا چاہیے اور بہت کچھ سوچ سمجھ کر اقدام کرنا چاہیے ورنہ ان کی ادنیٰ سی غلطی کی سزا ملت کو برسوں بھگتنی پڑے گی، اسی پر میں اپنی بات ختم کر رہا ہوں اس التجا کے ساتھ کہ اہل قلم، اہل زبان اٹھ کھڑے ہوں کہیں پانی سر سے اونچا نہ ہو جائے۔

گزشتہ صفحات میں استثناء کی جو صورتیں پیش کی گئیں ہیں ذرا انہیں غور سے پڑھیے اور سمجھنے کی کوشش کیجیے کہ غیروں کی مجلس میں شرکت کے لیے ہر ایک کو اجازت نہیں دی جا سکتی ہے۔ اس کے لیے باوقار اور بارعب شخصیت ہونا ضروری ہے تاکہ مخالفین ان کی موجودگی میں ہمارے خلاف بولنے کی جرأت نہ کر سکیں اور ہمارے حقوق کی صیانت میں آڑے نہ آ سکیں۔ اسی طرح یہ بھی ضروری ہے کہ ان کی معلومات میں وسعت ہو ان میں بولنے کی پوری صلاحیت پائی جائے اور اس کام کے لیے ایسے فرد عظیم کا انتخاب کیا جائے جو ہر اعتبار سے افضل اور فائق ہو کہ مسئلہ یہاں تحفظ حقوق کا ہے اور

دفع مضرت کا ہے اور مقصد عظیم کا ہے او جماعتی مزاج کی نمائندگی کا ہے۔ ہر ایرے غیرے اور نتھو خیرے کو اس کے لیے نہیں بھیجا سکتا ہے۔ اسی لیے حضور پرنور اعلی حضرت فاضل بریلوی نے ۱۹۱۷ء میں ایک برطانوی وزیر ''مانٹی گو'' کی مٹنگ میں شرکت کے لیے اپنے شہزادۂ گرامی حجۃ الاسلام مولانا محمد حامد رضا خاں'' حضرت مولانا ظہور احمد رامپوری جناب مولوی رحم الٰہی صاحب منگلوری، اور صدر الشریعۃ مولانا امجد علی صاحب اعظمی رضوی اور دیگر خلفاء کو بھیجا......اسی طرح ایک اور موقعہ پر سرکار مفتی اعظم نے حضرت علامہ مفتی محمد برہان الحق صاحب جبلپوری اور علامہ ارشد القادری کو بھیجا......اور ایسا بھی نہیں ہے کہ اس کام کے لیے ہر آدمی انفرادی طور پر آزاد ہے اور اسے اس بات کا اختیار ہے کہ وہ جب چاہے اور جہاں چاہے چلا جائے اس پر کوئی پابندی نہیں ہے...... دور حاضر میں ہمارے نوجوان علماء مسئلہ کی نزاکت کو نہیں سمجھتے ہیں، بلکہ ان کا اپنا خیال ہے کہ جب سرکار اعلی حضرت نے کچھ علماء کو غیروں کے ساتھ مل جل کر بیٹھنے کی اجازت دی ہے تو وہ اجازت آج ہمیں بھی حاصل ہے۔ نہیں ایسا نہیں ہے اگر ان کا یہی خیال ہے، تو یہ خیال نہ صرف غلط ہے بلکہ بہت ہی زیادہ غلط ہے۔ وہ افراد جو غیروں میں جا کر اور ان کی صحبت میں بیٹھ کر ان کے اثرات کو قبول کر لیتے ہیں اور پڑھائے ہوئے اسباق کو فراموش کر بیٹھتے ہیں انہیں کسی بھی صورت میں غیروں کے روبرو بیٹھنے کی اجازت نہیں ہے۔ دور حاضر میں یہ وبا عام طور پر پھیلی ہوئی ہے۔ کوئی رافضی کے یہاں جاتا ہے اور کسی نے مودودی کو اپنا آئیڈیل بنا رکھا ہے کسی نے وہابیوں سے دوستی کر لی ہے اور کسی کا دیوندیوں کے یہاں آنا جانا ہے یہ تمام رویے استثنائی صورتوں میں نہیں آتے ہیں انہیں رویوں پر گرفت کرنے کی کوشش کی گئی تو یہ ارباب نخوت باجرہ کی مانند بکھر گئے اور اپنے اسلاف کے خلاف ہو گئے رویوں سے اسلاف کی مخالفت کی جارہی ہے اور دوسری طرف اسلاف شناسی کی تحریک چلائی جارہی ہے۔ اس عمل کو کیا کہا جائے؟ اور کن

لفظوں سے اس کی تعبیر کی جائے بتایئے ایسا کوئی لفظ ہے؟ یہ بچوں کی ضد اور انانیت کا مسئلہ نہیں ہے کہ اسے نظر انداز کر دیا جائے بلکہ یہاں عالم تو یہ ہے کہ شیخ حرم بھی اس رو میں بہتے ہوئے نظر آرہے ہیں ...... دور حاضر میں ایسا کوئی اہم مسئلہ بھی نہیں ہے کہ غیروں کے ساتھ اشتراک عمل کی گنجائش نکالی جائے، بلکہ یہ پالیسی وضع ہو چکی ہے کہ وہ اپنی لڑائی لڑے اور ہم اپنی لڑائی لڑیں۔ یہ پالیسی کوئی آج کی نئی پالیسی نہیں ہے، بلکہ برسوں پرانی ہے۔ شاہ بانو کے کیس کا معاملہ آیا غیروں نے اشتراک عمل سے علاحدہ ہو کر احتجاج کیا اور ہماری جماعت نے مسلم پرسنل لاء کانفرنس کے پلیٹ فارم سے اپنی لڑائی لڑی ...... یہ کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں ہے۔ اس وقت اس بات کو سبھی علماء جانتے ہیں۔ اس لیے جماعتی طور پر اس اشتراک عمل کی ضرورت نہیں ہے اور اگر ایسی کوئی ضرورت پیش آتی ہے، تو اب بھی ہماری جماعت میں بڑے بڑے علماء ہیں، ان کا جو فیصلہ ہوگا اور جن کے لیے ہوگا وہ قابل عمل ہوگا۔ **اپنے طور پر اشتراک عمل کی گنجائش نکالنا اپنے ایمان کو خطرے میں ڈالنے کے مترادف ہوگا۔**

غلو اور تشدد والے کون ہیں؟

عرفان مذہب ومسلک کے سلسلے میں انہوں نے "غلو اور تشدد کی بات کہی ہے مگر یہ کون لوگ ہیں؟ اس بارے میں انہوں نے کوئی وضاحت نہیں کی ہے کیا یہ غلو اور تشدد والے عوام میں سے ہیں یا پھر علماء میں سے ہیں! ان کے نزدیک جو صحیح ہو اس کا تعین کر دیں اور اس بات کی وضاحت بھی مطلوب ہے کہ یہاں کس بنیاد پر تشدد کہا جا رہا ہے اور وہ کیا چیز ہے جس کے ذریعہ ہم تشدد سے بچ سکتے ہیں؟ جراح اگر چیرہ لگا کر تکلیف دیتا ہے تو مرہم پٹی لگا کر اسے آرام بھی پہونچاتا ہے۔ **اس لیے آپ سے درخواست ہے کہ بتایا جائے کہ تشدد کیا ہے؟ اور اس بچنے کی کیا صورت ہے؟ جب تک یہ تعین نہیں ہوگا ہم سب کے ذہنوں میں وسوسے پیدا ہوتے رہیں گے اور کرب و**

اضطراب میں اضافہ ہوتا رہے گا۔ اس بارے میں آپ کیا رہنمائی فرماتے ہیں۔ ہمیں اس بات کا شدت سے انتظار رہے گا۔

شرعی کونسل بریلی شریف

اس کا تعارف کراتے ہوئے مولانا یٰسین اختر مصباحی صاحب تحریر کرتے ہیں:

''مرکز اہلسنّت بریلی شریف میں شرعی کونسل کا قیام عمل میں آچکا ہے جس کے زیر اہتمام سال بہ سال فقہی سیمینار کا انعقاد جامعۃ الرضا متھرا روڈ بریلی شریف میں ہوتا رہتا ہے اور جدید مسائل ومعاملات پر غور وخوض کر کے ان کے سلسلے میں کوئی شرعی وفقہی فیصلہ کیا جاتا ہے''۔ اس کے قیام پر مصباحی صاحب نے اپنی مسرت وشادمانی کا اظہار کیا ہے یہ کس کی سرپرستی میں ہوتا ہے اور اس میں کون لوگ شریک ہوتے ہیں، مصباحی صاحب نے اس کی بھی وضاحت کی ہے مگر آگے چل کر آنجناب اس کی شکایت اس طرح کرتے ہیں، ملاحظہ فرمائیں آپ لکھتے ہیں ''کہ چھ سات سال پہلے کی بات ہے کہ نامعلوم اسباب کے تحت حضرت مولانا خواجہ مظفر حسین وحضرت مولانا محمد احمد اعظمی مصباحی وحضرت مفتی محمد نظام الدین رضوی مصباحی وحضرت مفتی محمد مطیع الرحمان مضطر پورنوی اور راقم سطور یٰسین اختر مصباحی کے نام فہرست شرکاء مدعوین سے بیک جنبش قلم اجتماعی طور پر خارج کر دیئے گئے'' یہ پوری تحریر شکوہ وشکایت پر مبنی ہے آگے چل کر پھر لکھتے ہیں:

''مجھے اپنے بارے میں اس اعتراف واظہار واعلان میں کوئی تکلف نہیں کہ فقہ وافتا میں درک وکمال تو دور کی بات ہے اوسط بلکہ ادنی درجہ کا بھی علم اور صلاحیت میرے پاس نہیں ہے، اس لیے جو ہوا بہتر ہوا البتہ دیگر حضرات کا کیا جرم وقصور تھا؟ کیا وہ شرکاء مدعوین سیمینار کی آخر میں بھی جگہ پانے کے اہل نہیں...... یہ معمہ ہے سمجھنے کا نہ سمجھانے کا''۔

اس سے صاف ظاہر ہے کہ یہ تحریر شکایت بھری تحریر ہے........ بات چل رہی تھی مذہب ومسلک کے عرفاں کی....... کہ یہی اس کتابچہ کا موضوع ہے؟

مگر میری سمجھ میں یہ نہیں آتا کہ اس شکایت کا کیا تعلق ہے؟ اور عرفاں میں یہ کس حد تک مداخلت کرتا ہے کہ عرفاں اندرون قلب کے جذبہ صادق کا نام ہے، یہ جذبہ اس بات کا تقاضہ کررہا ہے کہ اس راہ میں وہی کام انجام دیا جائے جومبنی برخلوص ہو اور شکایت کا تعلق نفسیات انسانی سے ہے اس لیے اس کتاب میں اس کا ذکر کرنا کس مقصد کے تحت ہے؟ اسے آپ ہی بتاسکتے ہیں کوئی دوسرا انسان اس بارے میں کیا کہہ سکتا ہے؟ **اس کا مناسب تدارک یہ تھا کہ اسے کتابچہ میں شائع نہ کیا جاتا بلکہ اس کے ذمہ داروں سے اس بارے میں رابطہ قائم کیا جاتا اور تدارک کی جوصورت ہوتی اسے اپنایا جاتا تو بہتر تھا .....مگر ایسا نہ کیا گیا آخر اس کی کیا وجہ ہوسکتی ہے؟**

یہی نا!! کہ آپ اس بارے میں تدارک کی صورت اپنانے کے بجائے آگ لگانا چاہتے ہیں؟ ہوسکتا ہے اوروں کے بارے میں بھی اسی طرح کی کوئی صورت رہی ہو جس کی وجہ سے ان کے نام خارج کردیئے گئے ہوں اس بارے میں کیا حقیقی صورت حال ہے؟ مجھے کوئی جانکاری نہیں ہے، حالانکہ اس بارے میں جانکاری آسانی سے دستیاب ہوسکتی ہے، مگر میں اسے مناسب نہیں سمجھتا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ہر ادارہ والا آزاد ہے، وہ کسے بلائے اور کسے نہ بلائے اور کوئی بھی ادارہ سب کو بلا نہیں سکتا ہے۔

خود اشرفیہ میں فقہی سیمینار میں سب نہیں بلائے جاتے ہیں بلکہ صرف انہیں کو بلایا جاتا ہے جو ہاں میں ہاں ملاتا ہے اور آنکھ بند کر کے تائید کرتا ہے۔ مفتی اختر حسین قادری کا نام نکال دیا گیا، مفتی مطیع الرحمن نوری کا نام نکال دیا گیا، مفتی شبیر حسن رضوی کا نام نکال دیا گیا اور بھی ہیں جو بڑے بے دردی سے نکالے گئے ہیں۔

اسمیں شکایت کی کیا بات ہے؟ ہر آدمی اپنی مرضی کا مالک ہے جہاں تک ہم

سمجھتے ہیں کہ ان حضرات کا نام فہرست سے خارج نہیں کیا گیا ہے، بلکہ انہوں نے خود آنا بند کر دیا ہے، اسی لیے آج تک انہوں نے شکایت نہیں کی ہے کہ **خود کردہ را علاج نیست** اس کے علاوہ اور کیا بات ہو سکتی ہے؟ شاید آپ اسے جانتے ہونگے۔

کیا مسلک اعلیٰ حضرت محدود ہے؟

جن لوگوں نے ''مسلک اعلیٰ حضرت کا انکار کیا ہے، انہوں نے بڑے ہی شدو مد کے ساتھ اس بات کا بار بار اظہار کیا ہے کہ ہم مسلک اعلیٰ حضرت کیوں کہیں؟ یہ محدود ہے اس کا دائرہ بہت ہی تنگ ہے، اس میں نہ وسعت ہے اور نہ ہی اس میں کشادگی پائی جاتی ہے۔ ہمارے خیال میں ان کی یہ وجہ بہت کمزور اور مضمحل ہے اور فکر و شعور سے بھی کوسوں دور ہے اس کا سبب یہ ہے کہ مولانا یاسین اختر مصباحی نے اس بات کی وکالت کی ہے، **مگر ہمارا اپنا ماننا یہ ہے کہ مسلک اعلیٰ حضرت محدود اور تنگ نہیں ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ مسلک اہلسنّت کی تعبیر ہے** اور اس کی واضح علامت ہے یہ ہے کہ تعبیر کے اصولوں میں سے ایک اہم یہ اصول ہے کہ معبر اور تعبیر کے مابین مساوات ہونے چاہیئے اور اگر مساوات نہ ہو تو یہ تعبیر غیر مؤثر ہوگی اور یہ معبر عنہ کی نہ علامت بن سکتی ہے اور نہ ہی اسے نشان امتیاز کا نام دیا جا سکتا ہے چونکہ مسلک اعلیٰ حضرت اہل سنت کی علامت اور امتیازی نشان ہے یہ ایک تسلیم شدہ حقیقت ہے اس بات کو ہر ایک نے مانا ہے علم والے بھی اسے مانتے ہیں اور دانشوروں کا ایک طبقہ اسے تسلیم بھی کرتا ہے۔ اس بنیاد پر یہ کہا جا سکتا ہے ''**مسلکِ اعلیٰ حضرت**'' کو بھی وہی حیثیت حاصل ہے جو حیثیت مسلک اہلسنّت کی تسلیم کی جاتی ہے کہ وہ ایک آفاقی حیثیت رکھتا ہے اور اس میں کافی کشادگی پائی جاتی ہے، بالکل یہی حیثیت ''مسلکِ اعلیٰ حضرت'' کو بھی حاصل رہے گی۔ اسی بین بین کی حیثیت کے پیش نظر یہ کہا جا سکتا ہے **مسلک اعلیٰ حضرت ہی بعینہ مسلک اہلسنّت ہے یہ آفاقی ہے تو وہ بھی آفاقی ہوگا۔**

مسلک اعلیٰ حضرت کو پکڑے رہیں یہی وقت کی ضرورت ہے اور زمانہ کی آواز ہے اسی میں بہتری اور دونوں جہاں کی نعمتیں ہیں، جس نے اسے اپنایا وہ کہاں سے کہاں پہنچ گیا اور جس نے اسے ٹھکرا دیا وہ در در کی ٹھوکروں میں رہا کوئی پرسان حال نہیں نہ قریب میں اور نہ ہی دور میں.......

حضرات گرامی.......لوگ طرح طرح کے حیلے اور بہانے سے آپ کے پاس آئیں گے اور بہت کچھ کہیں گے اپنا رونا بھی روئیں گے اور اپنی خوشگوار ماضی کی داستاں بھی بتائیں گے میں نے یہ کیا.....اور میں نے وہ کیا.....فکر رضا کی اشاعت اور اس کے فروغ وارتقاء میں بڑھ چڑھکر حصہ لیا......اس بات میں کوئی شک نہیں کہ انہوں نے کیا اور بہت کچھ کیا اور آج بھی کر رہے ہیں اور انشاء اللہ کل بھی کریں گے، مگر اس کا مطلب یہ تو نہیں کہ ہمارے اسلاف نے ہمیں جو کچھ دیا ہم انہیں بھلا دیں؟ **مسلک اعلیٰ حضرت کو فراموش کر دیں؟ آخر کیوں؟ اس میں کیا غلطی ہے؟ کیا خطا ہے؟ کہ اس قدر شدومد کے ساتھ جنگ جیسا ماحول پیدا کیا جا رہا ہے، صرف اس لیے کہ شرعی کونسل میں نہیں بلایا جاتا ہے** یا اس کی وجہ یہ ہے کہ تحقیقات جدیدہ میں سے کچھ پر صاد نہیں کیا جاتا ہے...... جو بات ہے اسے بیان کیا جائے ملت میں انتشار پیدا کرنا اور جمعیت واتحاد کو پارہ پارہ کر دینا کہاں کا انصاف ہے؟ **اندھیروں کا یوراج نہ بنیں تو بہتر ہے....**

ہمیں آپ کی مخالفت وعداوت کے سارے اسباب معلوم ہیں اور عوام کو بھی، لوگ آپ کی فطرت سے بھی خوب اچھی طرح واقف ہیں۔ لوگ یہ بھی جانتے ہیں کہ **کوئی بھی باطل جماعت چند سکوں میں آپ کو خرید سکتی ہے بلکہ خریدتی رہتی ہے اور آپ شوق سے بکتے رہتے ہیں۔ خود بکئے مگر ادارہ اور جماعت کے وقار کو نہ بیچیے، ورنہ تاریخ آپ کو کبھی معاف نہ کرے گی۔ دنیا میں وقتی طور پر اجالا ہو جائے گا، لیکن قبر تاریک ہوگی اور حشر بڑا عبرتناک ہوگا۔**

انسان ہی بھٹکتا ہے سیدھی راہ کو چھوڑ کر کبھی وہ پگڈنڈی پر چلتا ہے اور کبھی ٹیڑھے میڑھے اور تنگ وتاریک راہ کا مسافر بنتا ہے اس کے باوجود ایک ایسی ساعت سعید ضرور آتی ہے، جب بھٹکا ہوا مسافر اپنی راہ پر آجاتا ہے اور دوبارہ اجالوں کو اپنے دامن میں سمیٹ لیتا ہے۔ہمیں اور ہمارے دوستوں کو اسی بات کا انتظار ہے کہ فوز مرامی کی صبح کب انگڑائی لیتی ہے اور دل کی تمنائیں کب پا بجولاں ہوتی ہے اور بھٹکا ہوا مسافر کب اپنی منزل سے ہمکنار ہوتا ہے.......انتظار ہے......شدید انتظار ہے.......
خدارا یہ خواب شرمندۂ تعبیر ہو جائے اور سب کو توفیق ہدایت نصیب کرے.....آمین یاسیدالمرسلین

محمد شمشاد حسین رضوی بھاگلپوری ثم بدایونی

سلسلۂ اشاعت نمبر۔۱

نام کتاب: مذہب ومسلک کا حقیقی عرفان

مصنف: مفتی محمد شمشاد حسین رضوی، بدایونی

ترتیب وتزئین: مولانا سید محمد ہاشمی رضوی ناظم اعلیٰ دارالعلوم فیضان مفتی اعظم، ممبئی ۳

کمپوزنگ: بدست مصنف

اشاعت باراول: رمضان المبارک ۱۴۳۴ھ/ جولائی ۲۰۱۳ء

صفحات: ۶۴

تعداد: ۵۰۰۰

قیمت: ۲۵/روپے

ملنے کے پتے

☆ انجمن فیضانِ نوری، سمتا نگر، اندھیری (ویسٹ) ممبئی ۵۸

☆ دارالعلوم فیضان مفتی اعظم، پھول گلی، ممبئی ۳

☆ مولانا عبدالباری رضوی تحسینی، اندھیری، ممبئی ۵۸۔ 09821592786

☆ قاری محمد فرید عالم زیدی، بنارس۔ 09920776916

☆ کلکِ رضا فاونڈیشن، اندھیری ویسٹ، ممبئی ۵۸

یہ کتاب مندرجہ ذیل ویب سائٹ پر بھی دستیاب ہے۔

www.sunnitableegijamaat.com

www.kilkeraza.org

مسئلہ تکفیر و عدم تکفیر
کا تنقیدی جائزہ



تالیف
حضرت مولانا مفتی شمشاد حسین رضوی

رضا دار المطالعہ
پوکھریرا، سیتامڑھی، بہار